ماہنامہ مجلہ

حیاتِ نو

بلریاگنج

2006ء

"بدن کی طرح دل بھی امراض کا شکار ہوتا ہے۔ دل بیمار ہو تو اس کا علاج توبہ و استغفار ہے، جس طرح لوہا زنگ آلود ہوتا ہے اسی طرح دل بھی زنگ آلود ہوتا ہے۔ دل کا زنگ ذکر الٰہی سے دور ہوتا ہے۔ بدن کی طرح دل بھی برہنہ ہوتا ہے، اسکی ستر پوشی تقویٰ سے ہوتی ہے۔ بدن پیاسا ہوتا ہے تو دل بھی تشنہ دہن ہوتا ہے۔ اس کی تشنہ دہانی معرفت و محبت الٰہی اور انابت و توکل کے پانی سے دور ہوتی ہے۔"

(امام ابن القیم الجوزیہ)

۵۸۳۴۳

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ مجلہ

حیات نو

بلریاگنج

شمارہ نمبر ۱-۳	ذی الحجہ-صفر ۱۴۲۷ھ جنوری-مارچ ۲۰۰۶ء	جلد نمبر ۳۲

مدیر مسؤل

ابوالمکارم ازہری فلاحی

معاون مدیر

انیس احمد فلاحی مدنی

☆ سالانہ زر تعاون: ۹۰ روپے

☆ خصوصی زر تعاون: ۲۰۰ روپے

☆ بیرون ملک: ۲۵ امریکی ڈالر

☆ طلبہ کے لئے: ۸۰ روپے

☆ اعزازی زر تعاون: ۱۰۰۰ روپے

☆ اس شمارہ کی قیمت: ۱۵ روپے

اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے۔ لہذا اجلد از جلد سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں۔

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

ترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ مجلہ حیات نو، جامعۃ الفلاح

بلریاگنج، اعظم گڑھ (یوپی) ۲۷۶۱۲۱

Phone: 05466-225115

نقوش حیات نو

☆ **اداریــــہ :**

احتجاج بامقصد ہونا چاہئے	مولانا افتخار الحسن ندوی	۳

☆ **روشنی کا سفر :**

شیو پرساد کا قبول اسلام	محمد سہیل فلاحی	۵

☆ **بحث و نظــر :**

عراق میں امریکی فوج کا حشر	عبد الغفار عزیز	۸
قاعدہ و بغدادی کے مکتب میں سپر پاور امریکہ یا صفر پاور؟	ابو الظفر ندوی	۱۴
ملک ڈنمارک کی سرزمین پر آنحضورﷺ کی ذات گرامی پر اہانت آمیز کارٹون کی اشاعت پر "دامی" کا احتجاج	شاہ عالم فلاحی	۲۰

☆ **مقالات :**

اسرائیل یا اسرائیل	[illegible]	۲۳
تابعین کا طریقہ تربیت	مولانا افتخار الحسن ندوی	۲۷
ازبکستان کے مسلمان	مولانا محمد ثناء اللہ ندوی	۳۷

☆ **تعارف کتب :**

فقہ شافعی کے اہم مصادر	ڈاکٹر عبد الوہاب ابراہیم	۴۵

☆ **شعر و نغمہ :**

قطعہ	محمد رسول پوری	۵۲

☆ **جامعہ کے لیل و نہار :**

تقریب تقسیم اسناد و انعامات	ادارہ	۵۳
مولانا مقبول احمد صاحب فلاحی کی سفر حج سے واپسی		۵۵
مسجد میں وائرنگ		۵۵
مرکز الدعوۃ کی پہلی منزل روبہ تکمیل		۵۶
احتجاجی جلسہ		۵۶
اساتذہ جامعہ کے علمی محاضرات کا آغاز		۵۹
اظہار تعزیت		۶۱

☆ **روداد انجمن :**

انجمن طلبہ قدیم کے دونوں دھڑوں میں اتحاد	ادارہ	۶۲

اداریہ

احتجاج با مقصد ہونا چاہئے

مولانا افتخار الحسن ندوی

وہ کون تھے؟ سید البشر تھے، ان کی شخصیت مجد و شرف کی تکمیل کا نکھرا ہوا روپ، شرافت و اخلاق کی منہ بولتی تصویر اور جملہ انسانی فضائل و کمالات اور محامد و محاسن کی مجسم تعبیر تھی۔ رہی ان کی ذات والا صفات تو وہ آدمیت کے جمال وجلال کا مظہر اتم، خاکی نژاد اور ملکوتی صفات تھی۔

وہ دنیا میں آئے تو انسان مقام آدمیت سے آشنا ہوا، نیکی و بدی کی آنکھیں کھلیں، نفع و ضرر اور حلال و حرام کی تمیز کا معیار قائم ہوا، تہذیب کی شمعیں روشن ہوئیں۔ ان کی آنکھوں میں قندیل حرم روشن تھی، جدھر رخ کیا اور دیکھا نور کی جوت جگا دی، جہاں قدم رکھ دیا، عدل و انصاف کی کھیتیاں لہلہا اٹھیں، لب کشا ہوئے تو قوموں کی تقدیر نے اجالوں کا منہ دیکھا، سجدے میں سر جھکایا تو ایسا کہ آسمان نے زمین کو جھک کے سلام کیا۔

انھوں نے عدل و انصاف اور اخلاق و انسانیت کی ایسی پرزور تبلیغ کی اور صرف تبلیغ ہی نہیں بلکہ عملی طور پر اس کو زندگی میں ڈھال کر اس طرح پیش کیا کہ عدل و انصاف ان کی علامت اور ان کی ذات عدل و انصاف کی علامت بن گئی۔ اسی طرح انسانیت و اخلاق ان کا رمز اور ان کا سراپا انسانیت و اخلاق کا مرکز بن گیا اور ایسا مربوط کہ ان کی دشمنی انسانیت و اخلاق کی دشمنی قرار پائی اور ان کی تحقیر عدل و انصاف کی تحقیر شمار ہوئی۔

بنابریں جب تک دنیا میں عدل و انصاف کا نام باقی ہے ان کی تحقیر پر انسانیت کا ضمیر تڑپ اٹھے گا۔ ہر قوم و نسل کے حق پرست و انصاف پسند اس کے خلاف صدائے احتجاج بن جائیں گے کیونکہ ان کی تذلیل درحقیقت انسانیت و اخلاق کی تذلیل ہے۔ اگر انسانی ضمیر مردہ نہ ہو چکا ہو تو انسانیت کی تذلیل کبھی گوارا نہیں کی جا سکتی بلکہ اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا انسانی فریضہ سمجھا جائے گا۔

رہے مسلمان تو انسانیت واخلاق ان کی دینی شناخت بھی ہے اور اس شناخت کے وسیلے سے انھیں نبی اکرم ﷺ سے دہرا لگاؤ ہے۔ ایک تو انسانی فریضہ کی حیثیت سے اور ایک دینی فریضہ کی حیثیت سے۔ اس لئے ان کی تحقیر پر ان کا آتش زیر پا ہونا ہی کافی نہیں بلکہ ان کے ایمان کا تقاضا ہے کہ جب تک تحقیر کا یہ نشان باقی رہے، اس کے خلاف اپنی جانوں کو ہتھیلی پر لے کر نکل کھڑے ہوں اور اپنے وجود کی پوری قوت سے چیخ چیخ کر ننگ انسانیت واخلاق، گستاخان بارگاہ عالی کو یہ پیغام سنا دیں کہ

کھیلیں گے آپ کیوں مرے آقا کی ذات سے
حاضر ہے میری جان مری جاں سے کھیلئے

لیکن باطل کی یہ نفسیات بھی ہمیں ہمیشہ اپنے سامنے رکھنی چاہئے کہ وہ جب تک حق کے خیمہ میں قوت وطاقت دیکھتا ہے، امن وآشتی کی دہائی دیتا ہے۔ لیکن جب اسے اس کی قوت وطاقت میں کمی اور کمزوری کا اندازہ ہو جاتا ہے تو وہ مختلف بہانوں سے جذبات کو آگ دے دے کر برافروختہ کرنے اور پورے طور پر بے بس کر دینے کی گھات میں رہتا ہے۔ اس لئے جوش کے ساتھ ہوش سے بھی کام لینے کی ضرورت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم جوش میں اس حد تک آگے نکل جائیں کہ دشمن اپنے سامراجی منصوبوں کی تکمیل میں پیش رفت کا اسے بھی ایک ذریعہ بنا لے۔

اس سلسلے میں یہ حقیقت پیش نظر رہنی چاہئے کہ تسلیمہ نسرین کی لجا کا معاملہ ہو یا رشدی کی شیطانی ورسس اور موجودہ کارٹون کا مسئلہ۔ یہ کسی ایک فرد کی ذاتی اپج اور کوشش کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس کے پس پردہ ایک با اختیار طاقتور اجتماعی منصوبہ ہے جو وقتاً فوقتاً اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک خاص مقصد کے تحت اچھال دیا جاتا ہے۔ اس لئے صرف عوامی مظاہرہ نہ اس کے لئے مفید ہے نہ اس سے اس کا سد باب ہی ممکن ہے۔ اس کا سد باب مقصود ہو تو ناگزیر ہے کہ حکومتی سطح پر کوئی جامع منصوبہ عمل میں لایا جائے۔ لیکن بدقسمتی سے تمام مسلم حکومتیں ان ہی طاقتوں کی حاشیہ بردار ہیں جو یہ شیطانی کھیل کھیل رہی ہیں۔ اس لئے احتجاج کی متحدہ عالمی آواز کے ذریعہ مسلم حکومتوں کو متوجہ کیا جانا چاہئے تاکہ وہ باہم مل کر اس کے سد باب کی تدابیر پر غور کریں ورنہ ایک طرف احتجاج کی پر شور آوازیں ہوں گی اور دوسری طرف جنگی جہازوں کی گرج اور ایٹم بم کے ہولناک دھماکے۔ جس کے نتیجے میں افغانستان و عراق کی طرح دوسرے مسلم ملک بھی لاشوں کا شہر اور یہودیوں کی کالونی بنتے رہیں گے۔ ☆☆☆

روشنی کا سفر

شیو پرساد

"Shiv Prasad"

محمد سہیل فلاحی
ایم۔ اے۔ انگلش

اس شمارے میں ایک ایسے نو مسلم کی کہانی پیش کی جا رہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کا نور عطا کیا۔ اللہ سے دعا ہے کہ ان نو مسلم بھائی بہنوں کی زندگی کو لوگوں کے لئے مشعل راہ بنائے۔ یہ کہانی ایک ایسے جنونی ہندو کی ہے جو ہندوستان کی تاریخی بابری مسجد شہید کرنے میں پیش پیش تھا اور بقول ہندوستانی میڈیا کے ان لوگوں میں سے ایک تھا جس نے اس ناپاک مہم کو سر کرنے کے لئے تقریباً چار ہزار لوگوں کو تربیت دی۔ اس کہانی کو پڑھئے اور دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح ہدایت کی روشنی عطا کرتا ہے۔ (مترجم)

لاکھوں کار سیوک کے دل دہلا دینے والے شور کے بیچ جو ہندوستان کی تاریخی بابری مسجد شہید کرنے کے لئے اکٹھا ہوئے تھے، ایسے جنونی ہندو بھی تھے جو سب سے پہلے مسجد کے عظیم اور پر شکوہ مناروں پر چڑھ گئے اور ان میں زیادہ تر شیو سینا اور بجرنگ دل کے لوگ تھے۔ ضلع فیض آباد جہاں پر اجودھیا واقع ہے، کا رہنے والا ایک مقامی آدمی جس کا نام شیو پرساد ہے اور جو بجرنگ دل میں ایک کیپٹن کے عہدے پر فائز تھا اس کے ذمہ چار ہزار کار سیوک بابری مسجد منہدم کرنے کے لئے دیئے گئے تھے۔ یہ وہ شخص تھا جس نے ان چار ہزار لوگوں کو تربیت دی تھی کہ کس طرح سے مناروں پر چڑھنا اور پھر بابری مسجد کو شہید کرنا ہے۔ مسجد کے ان مناروں کو زمین بوس ہوتا ہوا دیکھ کر یہ شیو پرساد رام رام چیخ اٹھا تھا۔ یہ واقعہ ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کو پیش آیا تھا۔

٦ دسمبر ١٩٩٩ء کا دن تھا۔ جس دن یہ شخص اپنے اس گناہ کی خدا کے حضور رو رو کر پہلی مرتبہ توبہ کرتا ہے۔ اس دن یہ شخص باقاعدہ روزہ رکھتا ہے اور آنسو بہا کر اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے۔ جی ہاں شیو پرساد اب الحمدللہ مشرف با سلام ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنا نام اب محمد مصطفیٰ رکھا ہے۔ قبول اسلام کا یہ واقعہ سب سے پہلے ایک ملیالم اخبار میں شائع ہوا تھا۔ بعد میں Arab News Publication (عرب نیوز پبلیکیشن) میں شائع ہوا۔ شیو پرساد کے والد ترنگل رام ناتھن Trigal Ramnathan کا شمار سنگھ پریوار کے چیدہ اکابرین میں ہوتا ہے اور ان کا یہ خاندان بابری مسجد کو شہید کرنے میں شامل تھا۔

بابری مسجد کی شہادت کے کچھ ہی دنوں بعد شیو پرساد نے اپنے دل میں ایک گھٹن سی محسوس کی۔ بہت زیادہ ذہنی طور پر پریشان رہنے لگا اور بار بار یہ محسوس کرتا رہا کہ اس نے ایک بھیانک گناہ کیا ہے۔ ١٩٩٧ء میں وہ ملازمت کی غرض سے شارجہ گیا مگر وہاں بھی اداس رہنے لگا۔ ٣٠ دسمبر ١٩٩٨ء کو شارجہ کی گلیوں میں ٹہل رہا تھا کہ اس نے جمعہ کے روز ایک مسجد سے ہندی میں دیئے جانے والے خطبہ کے کچھ الفاظ سنے۔ جب وہ خطبہ کے الفاظ سن رہا تھا تو اس نے اپنے اندر عجیب و غریب جذبات محسوس کئے۔ وہ پوری تقریر سننا چاہتا تھا اس لئے کہ خطبہ کے الفاظ نے اس کے دل و دماغ میں ایک طرح کا انقلاب برپا کر دیا تھا اور یہ کیفیت اس کے دل میں اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔

اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ان کی سچے راستے کی طرف رہنمائی فرمائی۔ جہالت سے نکال کر صراط مستقیم پر گامزن کیا۔ جب شیو پرساد نے اسلام قبول کیا تو ان کے خاندان کے لوگوں نے ان کا بائیکاٹ کیا اور ان کو گھر سے نکال باہر کیا اس لئے کہ وہ تمام لوگ آر ایس ایس کے سرگرم کارکن تھے۔ یہ اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ان کے خاندان کے بھی لوگوں کو وہ سچے راستے پر چلنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس طرح سے ان کے ساتھ کیا ہے۔ شیو پرساد کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے بابری مسجد کی شہادت میں قائدانہ رول ادا کیا ان میں اشوک سنگھل اور لال کرشن اڈوانی سرفہرست ہیں۔ شہادت کے دن پولیس آر ایس ایس، بجرنگ دل اور بی جے پی وغیرہ کے رہنماؤں سے ملی ہوئی تھی اور اسطرح سے قانون نافذ کرنے والے بھی ادارے اس دن اس کام میں کارسیوکوں کی مدد کر رہے تھے۔ وہ یاد کرتے

ہیں کہ اس دن اشوک سنگھل فوجی وردی میں ملبوس کارسیوکوں کو جوشیلے انداز میں احکامات جاری کر رہے تھے۔ ان کا مزید کہنا ہے کہ شہادت کے ٹھیک بعد ہم لوگ فیض آباد شہر کے مسلم اکثریت والے علاقے میں گئے اور جے شری رام کے نعرے بلند کرنے لگے۔ اور اب شیو پرساد کو آر ایس ایس، بی جے پی اور بجرنگ دل کے کارکنوں کی جانب سے دھمکیاں مل رہی ہیں اور سنگھ پریوار نے تو یہاں تک دھمکی دے ڈالی ہے کہ اگر شارجہ سے ہندوستان واپس آئے تو تم کو قتل کر دیا جائے گا۔ لیکن (محمد مصطفیٰ) شیو پرساد کا کہنا ہے کہ اب وہ اسلام سے کبھی دستبردار نہیں ہوں گے۔ اگر چہ اس کے لئے ان کو اپنی موت کا ہی نذرانہ کیوں نہ پیش کرنا پڑے۔

اب تک قرآن کی چھوٹی بڑی ٧ سورتیں ان کو یاد ہو گئی ہیں اور ان کا ارادہ پورا قرآن مجید حفظ کرنے کا ہے۔ ان کی آرزو ایک سچا داعی اور واعظ بننے کی ہے اور چاہتے ہیں کہ اپنی پوری زندگی اس روشنی کی جانب دعوت دینے میں صرف کر دیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت شامل حال رہی تو ان کے یہ عزائم ضرور پورے ہوں گے اور وہی ہاتھ جنہوں نے بابری مسجد کو شہید کرنے میں اپنی توانائی صرف کی انکی تعمیر نو میں بھی لگیں گے انشاءاللہ تعالیٰ۔

بحوالہ۔ www.the true religion.org/prasad.htm
http://www.jamiat.org.za/whats
news/babri-prasad.html

☆☆☆☆☆

بحث ونظر

عراق میں امریکی فوج کا حشر

عبدالغفار عزیز

امریکی فوج کو تاریخ کی سب سے طاقتور فوج کہا جارہا ہے۔ لیکن عراق میں اس کی طاقتور ترین فوج کو بدترین شکست کا سامنا ہے۔ اسے ابھی خودکش حملوں، بارودی سرنگوں اور کار بموں کا کوئی علاج نہیں ملا تھا کہ ایک نئی مصیبت نے پوری فوج کو سراسیمگی کا شکار کر دیا۔ "قناص بغداد" بغداد کا شکاری ایک شخص ہے...... بے نام...... بے ٹھکانہ اور شاید بے وسیلہ۔ اس کا کل سرمایہ ایک دور بین گی بندوق اور حساس ویڈیو کیمرہ اٹھائے ایک ساتھی ہے۔ 'بغداد کا شکاری' نام اس نے خود ہی اختیار کروایا ہے۔ شہر میں کسی بھی جگہ گھات لگا کر بیٹھ جاتا ہے، بندوق پر سائلنسر چڑھا تا ہے۔ ساتھی کیمرہ سنبھالتا ہے تاکہ اس میں شکار کو محفوظ کر سکے اور اس کی خبر دنیا کو پہنچ سکے۔ شکاری شکار کی آنکھوں کے درمیان نشانہ باندھتا ہے اور پھر طاقتور ترین... کا زعم لئے امریکی فوجی ڈھیر ہو جاتا ہے۔ ساتھی حیران اور سراسیمہ ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگتے ہیں تو دوسرا اور پھر تیسرا...... اب تک یہ فرد واحد ۵۵ فوجی مار چکا ہے۔ اس کے بقول جب تک امریکی فوجی عراق میں رہیں گے اس کا شکار جاری رہے گا اور گاہے بگاہے اس کی تصویری جھلکیاں دنیا کو بھی ملتی رہیں گی۔

اب خبر آئی ہے کہ عراقی شہر القائم میں بھی ایک شکاری اٹھ کھڑا ہوا ہے جو اب تک چار امریکی فوجی مار چکا ہے۔ بغداد سے ۴۵۰ کلومیٹر دور واقع شہر موصل کا شکاری دو، قطب کا شکاری چھ، شمالی بغداد میں واقع شہر طارمیہ کا شکاری چار روز میں چھ اور الضلوعیہ شہر کا شکاری ایک امریکی فوجی شکار کر چکا ہے۔ عراقی فوج کے ایک سابق افسر عبدالجبار سامرائی نے القدس پریس کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ عراقی تحریک مزاحمت کی شکار کی پالیسی بہترین قرار پائی ہے۔ اس میں کارروائی کرنے والا پوری طرح محفوظ، بلکہ

امریکی فوجیوں کے ارد گرد ہی رہتا ہے لیکن امریکیوں کو سخت نقصان پہنچتا ہے۔ وہ نفسیاتی طور پر ٹوٹ پھوٹ رہے ہیں۔ ان میں سے ہر فوجی ہر لمحے اس خوف کا شکار رہتا ہے کہ کہیں قریب کسی کھڑکی یا کئی سو میٹر دور کسی گھنے درخت کی مچان پہ بیٹھے شکاری کا اگلا شکار وہ نہ ہو۔ امریکی فوج میں ترجمان کی حیثیت سے کام کرنے والے ایک عراقی باشندے نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا ہے کہ خوف کا عالم یہ ہے کہ اکثر امریکی فوجی پتلون کے نیچے پیمپر استعمال کرنے لگے ہیں کہ خوف کے عالم میں ساتھیوں کے سامنے جگ ہنسائی نہ ہو جائے۔

عراق میں امریکی فوج کے ایک ہزار دن پورے ہونے پر خود مغربی ذرائع ابلاغ نے امریکی فوج کے گرتے مورال اور ناقابل تلافی نقصانات کا ذکر کیا ہے۔ برطانوی اخبار انڈی پنڈنٹ نے اس موقع پر اپنی تفصیلی رپورٹ میں لکھا ہے کہ ان ہزار دنوں میں امریکی فوج ۲۰۳ ارب ڈالر جنگ میں جھونک چکی ہے۔ دیگر آزاد ذرائع کے مطابق امریکہ کے جنگی اخراجات ۲۰۰۵ء تک ۷۰۰ ارب ڈالر تک پہنچ چکے تھے۔ واضح رہے کہ ویت نام کی پوری ۱۸ سالہ جنگ میں امریکہ کے ۶۰۰ ارب ڈالر غارت ہوئے تھے۔

برطانیہ بھی ۳ء۵ ارب سٹرلنگ پاؤنڈ خرچ کر چکا ہے اور ان اخراجات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ جبکہ ورلڈ بینک کی رپورٹ کے مطابق عراق کی مکمل تعمیر نو اور بحالی کے لئے صرف ۳۶ ارب ڈالر درکار تھے۔ انڈی پنڈنٹ مزید لکھتا ہے کہ امریکی سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ہزار دنوں میں مرنے والے امریکی فوجیوں کی تعداد دو ہزار تین سو اناسی ہے۔ اگرچہ حقیقی تعداد کہیں زیادہ ہے۔ زخمیوں کی تعداد ۱۶ ہزار ہے۔ یہ تعداد بھی حقیقی سے کہیں کم ہے، جب کہ اس موقع پر عرب ذرائع ابلاغ پر ابومصعب الزرقاوی کی آواز میں نشر ہونے والے پیغام میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ مرنے اور زخمی ہونے والے امریکی فوجیوں کی تعداد ۴۰ ہزار سے متجاوز ہے لیکن امریکہ اصل حقیقت کو چھپا رہا ہے۔

اس دوران جان سے ہاتھ دھو بیٹھنے والے عراقی باشندوں کی تعداد اخبار کے مطابق ۳۰ ہزار اور زخمی یا اپاہج ہو جانے والوں کی تعداد دسیوں ہزار ہے، جب کہ آزاد ذرائع کے مطابق کم از کم ایک لاکھ عراقی شہری موت کے گھاٹ اتارے جا چکے ہیں اور جو زندہ ہیں ان کی زندگی عذاب بن چکی ہے۔

اگرچہ کہنے کو تو انتخابات کے بھی کئی دور ہو چکے ہیں، پارلیمنٹ اور حکومت بھی وجود میں آچکی ہے، لیکن عراقی عوام کی زندگی امریکیوں کی بم باری، نامعلوم بم دھماکوں، بے روزگاری کے مہیب اندھیروں، ابو غریب کے خوف اور مجہول و تاریک مستقبل کی بے یقینی سے عبارت ہو کر رہ گئی ہے۔ وہ مغربی ذرائع ابلاغ اور امریکی دانش ور جو تباہ کن ہتھیاروں کی تباہی کے نام پر چھیڑی جانے والی اس جنگ کے حق میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے تھے، اب وہ بھی مسلسل لکھ رہے ہیں کہ ''ہم عراق میں خودکشی کر رہے ہیں، ہم امریکہ اور امریکیوں سے عالمی نفرت میں اضافہ کر رہے ہیں، ہم عراق میں کانٹے بو رہے ہیں، عراقی صورت حال قابو سے باہر ہو چکی ہے، ہمیں اپنی فوجیں واپس بلا لینا چاہئے۔''

امریکی پالیسیوں کے سابق گرو ہنری کسنجر نے بھی ۱۲ دسمبر ۲۰۰۵ء کو ٹریبیون میڈیا سروسز اور الشرق الاوسط میں چھپنے والے اپنے ایک مضمون میں عراق کی مشکل صورت حال کا اعتراف کیا ہے لیکن اس بات پر بھی اصرار کیا ہے کہ فی الحال امریکہ کو عراق سے نکلنا نہیں چاہئے کیونکہ ایسا کرنے سے پوری دنیا میں امریکی منصوبوں کو نقصان پہنچے گا۔ صدر بش نے بھی بارہا اسی موقف کا اعادہ کیا ہے کہ عراق سے فوجیں واپس بلانے کی بات ہمارے ایجنڈے سے خارج ہے۔ ان کے بقول: ''عراق سے فوری انخلاء بہت بھاری غلطی ہوگی، یہ دہشت گردی کی فتح، امریکہ کی شکست ہوگی۔'' امریکی وزیر دفاع رمسفیلڈ نے بھی مسلسل یہی بات دہرائی ہے۔ ۱۳ دسمبر کو اس نے کہا کہ ''فوری انخلاء ہزیمت کی طرف مختصر ترین راستہ ہے۔'' لیکن ۲۰۰۵ء کے اختتام پر ۲۳ دسمبر کو رمسفیلڈ نے اچانک عراق پہنچ کر اعلان کر دیا کہ مارچ ۲۰۰۶ء سے پہلے پہلے امریکہ عراق سے اپنے سات ہزار فوجی واپس بلا لے گا۔ اسی طرح افغانستان سے بھی تین ہزار فوجی واپس بلا لیے جائیں گے جبکہ عراقی مشیر قومی سلامتی موفق الربیعی نے بیان دیا کہ ۲۰۰۶ء کے اوائل میں امریکی فوج کا ۲۵ فیصد یعنی تقریباً ۳۰ ہزار فوجی عراق سے نکل جائیں گے۔ واضح رہے کہ اس وقت عراق میں امریکی فوجیوں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ ہے اور اس پر اکثر تجزیہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ ان میں سے تقریباً ہر فوجی کل سے پہلے آج گھر واپس جانے کے لیے بے تاب ہے۔

ایک امریکی فوجی جمی ماسی (Jimmy Massey) نے عراق سے نکلنے کی کئی قانونی

کوششوں میں ناکامی کے بعد وہاں سے فرار ہونے کا راستہ منتخب کیا۔ فرانس پہنچ کر اس نے کہا کہ میں اپنے ضمیر کا بوجھ ہلکا اور اپنی قوم اور ملک کو تباہی سے بچانے کی کوشش کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے اپنے تجربے اور مشاہدے پر مبنی ایک اہم کتاب لکھی جو اکتوبر ۲۰۰۵ء میں طبع ہو کر مارکیٹ میں آئی ہے۔ کتاب کا عنوان ہی دہلا دینے والا ہے: Kill ..... Kill ..... Kill (مارو..... مارو..... مارو)۔ جمی نے اس کتاب میں امریکی افواج کے اخلاقی دیوالیہ پن کا ماتم کیا ہے۔ ۱۸ برس تک فوجی خدمات سرانجام دینے والا ابھی مزید سات سال تک قوم و ملک کی خدمت کر سکتا تھا۔ لیکن اس نے اعتراف کیا کہ ''اب امریکی فوجیوں کا فریضہ، امریکی قوم کی عزت و وقار کا دفاع نہیں، بلکہ دوسری اقوام کی عزت و وقار خاک میں ملانا رہ گیا ہے۔''

جمی نے لکھا ہے کہ وہ ۲۰۰۳ء میں عراق میں داخل ہونے والی امریکی افواج میں شامل تھا اور ہمیں کہا گیا تھا کہ ہم نے بڑی تعداد میں عراقی جرنیلوں اور فوجی افسروں کو خرید لیا ہے اور اب جلد ہی جنگ ختم ہو جائے گی۔ ہمیں باور کروایا گیا تھا کہ عراق میں ہماری موجودگی صرف پٹرول کی خاطر نہیں ہے۔ اگرچہ یہ بھی ایک حساس و قیمتی ہدف ہے لیکن ہم یہاں امریکہ کے وسیع تر اور دوررس اہداف کے حصول کے لئے آئے ہیں۔

تربیتی مراحل کا ذکر کرتے ہوئے وہ امریکی فوجیوں کی نفسیات کی حقیقی تصویر کشی کرتا ہے:

''ہم نے اپنے فوجی اسکولوں میں پیشہ ورانہ تعلیم کے ساتھ ساتھ اصل سبق یہ یاد کیا کہ ہمیں اپنی تمام تر صلاحیتیں اور توانائیاں اپنی قوم و ملت کے دفاع کے لئے وقف کرنا ہیں۔'' ہمیں مخاطب کرتے ہوئے ہمارے انسٹرکٹر کہتے تھے: تم امریکی فوج ہو، وہ سپر پاور کہ جسے کبھی شکست نہیں دی جا سکتی، جس سے زیادہ طاقت ور اور کوئی فوج نہیں۔ اس لئے تمہیں ہمیشہ یہ بات ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ تم امریکی ہو تم سب سے طاقت ور ہو...... ہاں، سب سے طاقت ور ہو۔ ہمیں یہ سبق بار بار، ایک ایک دن میں کئی کئی بار دیا جاتا، یہاں تک کہ ہم واقعی یہ سمجھنے لگے کہ ہم سب سے برتر، سب سے طاقت ور ہیں۔ ہمارے لئے یہ تصور بھی محال تھا کہ کوئی ہم سے بھی برتر ہو سکتا ہے۔ ہم دنیا کی ہر شے کو خود سے حقیر اور ہر انسان کو زمین پر رینگنے والا کیڑا مکوڑا سمجھنے لگے۔''

اس احساس تفاخر و تعلّی کے ساتھ امریکی افواج عراق میں داخل ہوئیں اور جب آغاز ہی سے انھیں عوامی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا تو افسروں کے دماغ الٹ گئے۔ جمی کے بقول: ''ہمارے افسر ہمیں حکم دیتے کہ ہر متحرک شے کو بھون ڈالو۔'' اس کا مطلب ہے ہر بچے، بوڑھے، خاتون اور بے گناہ شہری کو قتل کر ڈالو۔ ہمیں بار بار یہی حکم ملتا: ہر متحرک شے کو بھون ڈالو۔ مجھے بھی ایسی کارروائیوں میں شریک ہونا پڑا۔ ہم عمداً قتل میں ملوث ہوتے چلے گئے۔ ہم بچوں کو بھی قتل کرنے لگے..... احکامات جاری رہے: ماردو..... ماردو۔ یہاں تک کہ ہم انسانیت سے عاری ہو گئے۔'' شاید یہی وہ لمحہ تھا جب جمی کے ضمیر نے سوال اٹھایا: ''امریکہ اس جنگ سے کیا حاصل کرے گا؟ ہم بے گناہ بچوں، خواتین اور کمزور بوڑھوں کو کیوں قتل کر رہے ہیں؟''

جمی اعتراف کرتا ہے کہ ''امریکی فوج کے لئے لمبی جنگ لڑنا ممکن ہی نہیں ہے۔ امریکی فوج اپنے عسکری وسائل، ٹکنالوجی، سیٹلائٹ کے جال، جاسوسی معلومات اور مقامی غداروں کے عوض اپنا ضمیر و وطن بیچنے والوں کے سہارے کسی بھی ملک کو تباہ تو کر سکتا ہے لیکن وہ کوئی بھی ایسی طویل جنگ نہیں لڑ سکتا جو ڈھیر سے تمام وسائل کو راکھ میں بدل دے۔ خاص طور پر اجنبی شہروں میں لڑی جانے والی ایسی گوریلا جنگ لڑنا تو کسی بھی امریکی فوجی کے بس کی بات نہیں کہ نہ تو وہاں کی زبان سمجھتا ہو اور نہ اس کے راستوں سے پوری طرح آشنا ہو۔'' اس نے پورا ایک باب اس گئے پر لکھا ہے کہ امریکی افواج اپنی اس کمزوری کو اسرائیلی فوجیوں کے ذریعہ دور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کیونکہ ان کی اٹھان ہی ملکوں کو فتح کرنے کے بجائے شہروں کے اندر گلی لڑائی لڑنے پر ہوتی ہے۔ لیکن یہ پالیسی بھی اپنے منفی اثرات مرتب کر رہی ہے۔ سب سے برتر ہونے کا زعم رکھنے والے امریکی فوجی یہ تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہیں کہ ان پر کوئی اور حکم چلائے اور کوئی دوسرا فوجی ان سے بہتر ہو سکتا ہے۔ بالآخر وہ اس نتیجے تک پہنچتا ہے کہ عراق پر حملہ دراصل تھا ہی اسرائیلی مفادات کی خاطر اور اسرائیلیوں نے ہی ہمیں اس جنگ میں کھینچا ہے۔ وہ لکھتا ہے: ''لیکن ہم فوجیوں کو یہ بات تب سمجھ آئی جب ہماری کارروائیاں صرف تشدد پر مبنی ہو کر رہ گئی تھیں، ہم آزادی کے علمبردار سپاہیوں سے دہشت گردوں میں بدل گئے، امریکی فوجی وردی میں ملبوس دہشت گرد۔''

کتاب کے تمام ابواب بہت اہم اور حساس ہیں جو کسی مسلم بنیاد پرست یا جنگ مخالف لکھاری نے نہیں لکھے بلکہ اس پوری جنگ میں شریک امریکی فوجی نے لکھے ہیں۔ کتاب لکھنے کے بعد اس سے ایک فرانسیسی اخبار لوموند نے انٹرویو لیتے ہوئے پوچھا کہ ''یہ سب کچھ لکھنے کے بعد آپ کوئی خوف محسوس نہیں کرتے؟'' اس نے جواباً کہا: ''میں نے ایک حقیقت بیان کی ہے تاکہ دنیا اس سے آگاہ ہو جائے۔ میں نے اپنے ضمیر کی تسکین کا سامان کیا ہے۔ اب مجھے سکون سے نیند آ سکے گی۔ مجھے اس امر کی کوئی پروا نہیں کہ امریکی فوج کا ردعمل کیا ہوتا ہے۔ میں نے کتاب میں صراحت سے لکھا ہے کہ امریکہ عراق میں آزادی یا جمہوریت نہیں پھیلا رہا بلکہ موت، تباہی اور خونی سیاست کو رواج دے رہا ہے۔ امریکہ انسانی ضمیر کی آوازوں پر کان نہیں دھر رہا۔ یہ ایک حقیقت ہے اور میں اس حقیقت کی خاطر موت بھی قبول کرنے کو تیار ہوں تاکہ پوری دنیا اس سے آگاہ و باخبر ہو جائے۔''

امریکی ذمہ داران کو یہ سوچنا ہوگا کہ اگر اس کا اپنا بازوئے شمشیر زن، امریکی پالیسیوں کی مخالفت میں موت تک قبول کرنے کو آمادہ ہے تو وہ لوگ جن کے ملک پر وہ قابض ہے یا قابض ہونا چاہتا ہے وہ کیونکر سکون سے بیٹھیں گے۔ بغداد کا شکاری ایک فرد ہو سکتا ہے لیکن کیا اس ایک فرد سے نجات پا کر (اگر پا سکے) امریکی فوج سکھ کا سانس لے سکتی ہے۔

امریکہ کو یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ہر انسانی جان قیمتی اور ہر انسان محترم و مقدس ہے۔ اسے بالآخر نہ صرف عراق و افغانستان، باجوڑ اور وزیرستان کے انسانوں کی جان و مال کا احترام کرنا ہوگا بلکہ خود اپنے فوجیوں کو بھی موت کی وادیوں سے نکالنا ہوگا۔ آخر انسانیت بھی کوئی چیز ہے۔ اگر امریکہ اس تلخ حقیقت پر کان نہیں دھرتا اور تاریخ سے سبق نہیں سیکھتا تو یقیناً وہ وقت، بہت زیادہ دور نہیں رہے گا جب دنیا 'سابق سوویت یونین' کی طرح امریکہ کا نام بھی 'سابق ریاست ہائے متحدہ امریکہ' کے الفاظ میں لکھا کرے گی۔ تب 'جمی ماسی' کے الفاظ میں: ''مقامی غداروں کے عوض اپنا ضمیر و وطن بیچ ڈالنے والوں'' کو بھی اپنے ایک ایک جرم کا حساب دینا ہوگا۔

☆☆☆☆☆

بحث ونظر

قاعدہ بغدادی کے مکتب میں

سپر پاور امریکہ: یا صفر پاور؟

ابوالمعظم ندوی

عراق پر امریکی یورش کے ایک سال بعد ہی ایک امریکی اخبار "لوس انجلو ٹائمس" نے ایک کارٹون شائع کیا تھا جس میں اس نے دکھایا کہ کشتی کے اکھاڑے میں ایک لمبا تڑنگا پہلوان ہے، اس کے بالمقابل دوسرا شخص چھوٹے قد کا دبلا پتلا اور نحیف وکمزور بدن کا ہے۔ مقابلہ جب شروع ہوتا ہے تو طاقت ور پہلوان اپنی طاقت کے غرور میں اپنے مدمقابل کمزور پہلوان پر زور وشور سے حملہ کرتا ہے۔ وہ دیر تک اس کو اپنی طاقت کا نشانہ بناتا رہتا ہے آخر میں تھک ہار کر بیٹھ جاتا ہے جبکہ کمزور وناتواں شخص اطمینان سے بیٹھا مسکراتا رہتا ہے۔ یہ صورت حال دیکھ کر دیوپیکر پہلوان پھر تازہ دم ہوکر اپنے مدمقابل پر دوبارہ پوری قوت سے حملہ آور ہوتا ہے، لیکن اس کمزور ونحیف شخص کے اندر کوئی ردعمل نہیں ہوتا، وہ بدستور پہلے ہی کی طرح اطمینان سے بیٹھا رہتا ہے، یہاں تک کہ تیسرے راؤنڈ میں لمبا تڑنگا پہلوان تھک کر خود ہی بیٹھ جاتا ہے۔ آخر میں کشتی کے اکھاڑے سے راہ فرار اختیار کر لیتا ہے۔ اس اخبار نے عراق پر امریکی یورش کے نتائج بد پر تبصرہ کرتے ہوئے یہی کارٹون پیش کیا تھا اور اعداد وشمار کی روشنی میں یہ بتایا کہ امریکی پہلوان کو چھ ماہ سے کم مدت میں ہی شکست کا احساس ہونے لگا اور تمام دعوؤں کے باوجود مسفیلڈ جیسے بہادر اور ان کے آزمودہ جنرلوں کو نہتے عراقیوں کے مقابلے میں بڑی ذلت وخواری کا سامنا کرنا پڑا۔

سال رواں ۲۰۰۵ء کا جائزہ لیتے ہوئے مغربی میڈیا نے جو تجزیہ کیا ہے اس میں پھر اسی بات

کو دہرایا ہے کہ امریکہ عراق کے دلدل سے نکلنا چاہتا ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ جس طرح روس نے افغانستان سے باعزت پسپائی اختیار کی تھی اس طرح کوئی ملک واسطہ بن کر آئے اور وہ بھی باعزت طریقہ سے پسپا ہو جائے۔

عراق پر امریکی حملے کے تیسرے مہینہ میں امریکی افواج کو اندازہ ہو گیا کہ نہتے عراقیوں سے نمٹنا آسان نہیں ہے۔ حالانکہ امریکی حکومت نے عراق پر قبضہ کرنے کے لئے اسلحہ اور ڈالروں کے ڈھیر لگادیے۔ امریکی کانگریس نے ہزاروں بلین ڈالر کے جنگی اخراجات کی منظوری دی اور مزید کا وعدہ کیا، لیکن جدید ترین اسلحہ حاصل کرنے کے باوجود امریکی جنرلوں کی طرف سے مزید کے مطالبے ہوتے رہے۔ پھر وہ وقت آیا جب یہ اسلحہ بھی اعلیٰ اور جدید ترین ٹکنالوجی سے بنے ہونے کے باوجود عراقی مزاحمت پسندوں کے ہاتھوں بنائے گئے معمولی اسلحہ کے مقابلہ میں بری طرح ناکام رہے۔ ایک امریکی میجر کلیمنٹ نوسیبر گرنے (جو امریکن ملٹری کی ۴۳ویں ڈویژن سے متعلق ہے) کہا کہ عراقی مزاحمت پسندوں نے ہم امریکیوں کو ایسا سبق سکھایا ہے جو ناقابل فراموش ہے۔ ہم بجا طور پر اپنے جنگی اسلحہ پر فخر کرتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ امریکن بیلی کاپٹر اور بکتر بند گاڑیاں ہماری جانوں کو محفوظ رکھیں گی لیکن ان عراقی جنگجوؤں نے معمولی ساز وسامان سے جو اسلحہ ایجاد کیے ہیں ان کی کارکردگی کا حال یہ ہے کہ وہ اڑتے ہوئے ہیلی کاپٹروں کو بہت آسانی سے نشانہ بنا لیتے ہیں، بکتر بند گاڑیاں جنھیں ہم محفوظ قلعہ کہا کرتے تھے، ان کا حال یہ ہے کہ عراقی مزاحمت پسندوں کے معمولی بموں سے نہ صرف گاڑی تباہ ہو جاتی ہے بلکہ اس قلعے کے اندر بیٹھے والے امریکی فوجی بھی جل بھن جاتے ہیں۔ ایک دوسرا امریکی کرنل کہتا ہے کہ ہم تصور بھی نہ کر سکتے تھے کہ نہتے اور جاہل عراقی بچوں کے کھلونے کو معمولی رد وبدل سے دھماکہ خیز بم میں تبدیل کر کے ہمیں اپنی مرضی کے مطابق شکار کر لیں گے۔ بچوں کی موٹر سائیکل اور دوسرے کھلونے بازاروں میں ہر جگہ مل جاتے ہیں، یہ عراقی انھیں اس طرح بم میں تبدیل کر دیتے ہیں کہ وہ خودکار اسلحہ کی طرح کام کرتے ہیں، ان بموں کو ریموٹ کنٹرول یا موبائل سے استعمال کیا جاتا ہے۔ سڑک کے دونوں طرف زیتون کے اندر یہ بم گزرتے ہوئے فوجی کانوائے کو اچانک گھیر لیتے ہیں پھر یہ فوجی جب تک ہیلی کاپٹر سے مدد طلب کریں اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ خود ان ہیلی کاپٹروں کی کارکردگی

کا عالم یہ ہے کہ بغداد ایئرپورٹ سے امریکی سفیر اور امریکی فوجی ہیڈکوارٹر کے درمیان نقل و حرکت میں آزاد نہیں ہیں۔ باوجود کہ ہر پانچ کلومیٹر پر ایک سو مسلح امریکی فوجی بکتربند گاڑیوں میں ایئرپورٹ کے پورے راستہ پر بیٹھے ہوتے ہیں لیکن وہاں سے غذائی رسد مطلوبہ مراکز تک پہنچانا ان کے لئے اکثر مشکل ہو جاتا ہے۔ چند ماہ پہلے آسٹریلیا کے وزیر خارجہ بغداد ایئرپورٹ پر آ کر دس گھنٹے انتظار کر کے واپس چلے گئے اس لئے کہ ہیلی کاپٹر کی پرواز کے لئے بغداد کی فضا محفوظ نہیں تھی۔ حضرت رمسفیلڈ صاحب کئی بار چوروں کی طرح بغداد ایئرپورٹ ہی پر امریکی جنرلوں سے ملاقات کر کے واپس چلے جانے پر مجبور ہو گئے پھر بھی امریکہ کا دعویٰ ہے کہ وہ سپر پاور ہے۔

امریکی فوجیوں کو جہاں بھی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے وہاں بے دریغ بمباری کر دیتے ہیں۔ اس کے لئے وہ کلسٹر بم، نیپام بم اور زہریلی گیس کا بے محابا استعمال کرنے سے نہیں چوکتے۔ انھیں اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ بین الاقوامی برادری کو کیا جواب دیں گے۔ لیکن اس دھواں دھار بمباری کے باوجود امریکی فوجیوں کی جانیں برابر جا رہی ہیں۔ خصوصاً عراقی مزاحمت پسندوں کے ہاتھوں سڑک کے دونوں کناروں پر دو سال کے عرصہ میں آٹھ سو امریکی مع بکتربند گاڑیوں کے ہلاک ہو چکے ہیں۔ اس اسلحہ کی خصوصیت امریکی فوجیوں کے بقول یہ ہے کہ وہ اسی کو مارتا ہے جس کے لئے وہ نصب کیا جاتا ہے۔ عراقی دور بیٹھے تماشہ دیکھتے ہیں یا پھر وہ آواز سن کر سمجھ لیتے ہیں کہ شکار مارا گیا۔ گزشتہ ۳۰ اگست کو صرف ایک بم سے جس پر زیادہ سے زیادہ صرف تین ہزار روپے کی لاگت آئی ہوگی اس نے صرف ایک حملے میں چودہ امریکی فوجیوں کو بھون کر رکھ دیا۔ یہ واقعہ مغربی بغداد کے علاقے میں پیش آیا، یہ کارواں غذائی امداد لے کر جا رہا تھا۔ اسی اگست کے آخری ہفتے میں امریکی خبر رساں ایجنسی کی رپورٹ کے مطابق تیس جگہوں پر امریکی قافلوں کو نشانہ بنایا گیا، ان میں سترہ جگہ بم دھماکوں میں امریکی فوجی اسلحہ اور غذائی سامان سمیت نشانہ بن گئے۔ اس صورت حال نے امریکی جنرلوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ انھوں نے پنٹاگن سے درخواست کی کہ ایسا تجربہ کار اور ماہر فوجی بھیجا جائے جو عراقیوں کی اس ٹیکنک کا مقابلہ کر سکے۔

امریکی لیفٹیننٹ جنرل جیمس صاحب جب اس خصوصی مہم پر بغداد تشریف لائے تو انھوں

نے دو ہفتے کے اندر جو رپورٹ پنٹاگن کے سردار رمسفیلڈ کو ارسال کی وہ یہ تھی کہ عراقی مزاحمت پسند جو اسلحہ ہمارے خلاف استعمال کر رہے ہیں وہ ہمارے اسلحوں کے مقابلے میں بڑے کارگر اور کم قیمت کے ہیں، اس لئے بڑی تعداد میں بنائے جاتے ہیں۔ عراقیوں کا جانی نقصان بھی نہیں ہوتا، اسکے ساتھ ہماری ناکامی یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی ایسا آلہ نہیں ہے جس سے ہم کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ اسلحے کہاں نصب کیے گئے ہیں۔ ان بموں کو آسانی کے ساتھ کسی بھی موٹر میں لگایا جا سکتا ہے یا پھر انھیں کوڑے کباڑ اٹھانے والی گدھا گاڑیوں میں لگا کر امریکی گرین زون میں بھگا دیا جاتا ہے۔

ایک امریکی فوجی نے عراق سے جو رپورٹ امریکی سینٹ کے ممبر کو بھیجی ہے اس میں یہ شکایت کی گئی ہے کہ "بھٹے ٹینک" کی پہلی کھیپ ابھی تک ہمیں نہیں مل سکی، حالانکہ چھ ماہ سے برابر اس کا مطالبہ ہو رہا ہے۔ گیارہ موجودہ نمبر کا یہ ٹینک ہماری تمام ضرورتوں کے لئے کافی تھا۔ اس کی ضرورت اس لئے پڑ گئی ہے کہ نمبر ۱۰۲۵ والا ٹینک اب بے کار ہو چکا ہے۔ باوجود یہ کہ وہ ایک محفوظ قلعہ ہے اور اعلیٰ درجہ کے اسٹیل کی موٹی تہہ لگی ہے، لیکن عراقی مزاحمت پسندوں کے بموں کے سامنے یہ ٹینک پگھل جاتے ہیں اور بلٹ پروف ہونے کے باوجود اس میں موجود فوجی اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

امریکی جنرل "ہوار" نے ٹریننگ کے دوران ہمیں یہ بتایا تھا کہ ہم کو اعلیٰ درجہ کے تجربہ کار اور ٹرینڈ فوجی دیے جائیں گے اور اسلحہ بھی جدید طرز کا دیا جائے گا۔ کاش جنرل کی یہ بات صحیح ہوتی۔ ہمیں افسوس ہے کہ چھ ماہ سے بیکار ٹینکوں کی درستگی کے لئے ہماری درخواستوں پر کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ ہر ٹینک راستے میں ٹھہر جاتا ہے۔ اس کے اوپر فائرنگ کی جو مشین لگی ہوئی ہے اس کی کارکردگی بھی بہت مایوس کن ہے۔ اس خط نے پنٹاگن کو پریشان کر دیا۔ آخرکار طے ہوا کہ "بھٹے ٹینک" کی نئی کھیپ بھیجی جائے، اس کے ساتھ جدید ترین ہیلی کاپٹر بھی۔ لیکن چھ ماہ گزرنے پر بھی پنٹاگن نے مطلوبہ اسلحے ارسال نہیں کئے، بلکہ اپنے جنرلوں کو ہدایت کی کہ ان کے پاس جو اسلحے ہیں انھیں کو استعمال کیا جائے۔ دوسری طرف چھوٹے ہیلی کاپٹروں کو عراق بھیجنے سے پنٹاگن نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ وہاں جتنی تعداد میں اور جس نوعیت کے ہیلی کاپٹر موجود ہیں وہ جنگی ضرورت کے لئے کافی ہیں۔ پنٹاگن نے جو فہرست جاری کی ہے اس کے مطابق عراق کے محاذ پر چھ سو بیس ہیلی کاپٹر ہیں، دو سو تو بلیک ہوک، ایک سو چالیس

اپاچی، ایک سو کیوا اور نوے شینک طرز کے بجلی کا پٹر ہیں۔

امریکی خبر رساں ایجنسی رائٹرز کے نامہ نگاروں نے عراق کی فوجی صورت حال کے بارے میں جو رپورٹ اشاعت کے لئے جاری کی ہے اس میں کہا گیا ہے کہ عراق میں امریکہ نے جو دفاعی حکمت عملی اختیار کی ہے وہ عراقی مزاحمت پسندوں کے مقابلہ میں سراسر ناکام ہو گئی ہے۔ پورا دفاعی نظام درہم برہم ہو چکا ہے۔ آٹھ نومبر کو نیو یارک ٹائمس میں شائع اس رپورٹ کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک اعلیٰ امریکی فوجی ترجمان نے بتایا کہ امریکی ملٹری کا دستہ نمبر ۱۰۱ جو فضائی حملوں ہی کے لئے تیار کیا گیا ہے وہ بھی بری طرح ناکام ہو چکا ہے۔ امریکی جنرل نے بتایا کہ امریکی بجلی کا پٹروں کو کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے، ان کی دیکھ بھال جس طرح ہونی چاہئے اس کا موقع ہی نہیں ملتا، اسلئے یہ بجلی کا پٹر اڑتے ہوئے اچانک خراب ہو جاتے ہیں۔ ہوا باز کو بسا اوقات اتنا موقع ہی نہیں ملتا کہ وہ بجلی کا پٹر کو زمین پر اتارے یا تو بجلی کا پٹر زمین پر گر جاتے ہیں یا ان میں آگ لگ جاتی ہے۔ امریکی جنرل کہتا ہے کہ امریکی بجلی کا پٹر استعمال کیے جاتے ہیں ان کو تیار اس طرح کیا گیا ہے کہ وہ فضا سے فضا میں حملے سے محفوظ رہیں۔ لیکن عراقی مزاحمت پسند جو اسلحہ بجلی کا پٹروں کو گرانے کے لئے استعمال کرتے ہیں وہ معمولی ہوتے ہیں لیکن ان کے کاک پٹ میں گھس جانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ امریکی روزنامہ نیو یارک ٹائمس نے لکھا ہے کہ امریکی بجلی کا پٹر شینک جس طرح عراقی مزاحمت پسندوں کی فائرنگ سے گرائے جا رہے ہیں اس نے پنٹاگن کے حلقوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ بالآخر امریکی کانگریس نے پنٹاگن سے دریافت کیا کہ عراق میں امریکی فوجوں کو بجلی کا پٹروں کی حفاظت کے لئے مناسب ساز و سامان کیوں نہیں دیا گیا؟

امریکی رپورٹ کے مطابق سال بھر کے اندر چار ماہرین آکر دریائے دجلہ و فرات میں ڈبکی لگا کر واپس امریکہ جا چکے ہیں تا کہ یہ بتا سکیں کہ ہم قاعدہ بغدادی کے مدرسہ میں بری طرح ناکام رہے، ہمارے ہاتھوں سے اقدام کی صلاحیت نکل کر عراقی مزاحمت پسندوں کے پاس چلی گئی ہے اور جیسا کہ ایک عراقی نے کہا کہ امریکی جنرل ہمارے سامنے سے بھاگ رہے ہیں۔ جنگ کی قیادت اب ہمارے پاس ہے آپ نے دیکھا نہیں کہ فلوجہ کی صرف تین لاکھ آبادی پر امریکی سپر پاور نے اپنے ذخیرہ اسلحہ میں

سے بہترین اسلحے استعمال کر ڈالے مگر آج تک سال بھر گزرنے کے باوجود روز اول ہے۔ سپر پاور نے دعویٰ کیا تھا کہ ہم نے ابومصعب زرقاوی کو ختم کر دیا اور فلوجہ پر قابض ہو گئے لیکن اتنے بڑے دعوے کی تصدیق کے لئے جب "ریڈ کراس" اور "الہلال" کمیٹی کے لوگوں نے فلوجہ جانا چاہا تو ان کو روک دیا گیا۔ حالانکہ امریکہ نے فلوجہ کے خلاف برلن شہر پر گرائے گئے بموں سے دوگنی تعداد میں بم گرائے تھے۔ اڑتالیس گھنٹے تک امریکی جنرلوں نے ہاتھ پاؤں مارے لیکن انھیں سخت ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ دو لاکھ سے زائد فوجیوں کی موجودگی اور سپر پاور کی سپر صلاحیتوں کے با وجود امریکہ فلوجہ کے شہر پر قبضہ نہیں کر سکا تو عراق پر کیسے قابض ہو جائے گا۔ خود امریکی فوجیوں نے اعتراف کیا کہ فلوجہ کے سولہ کلو میٹر مربع کے ایک ایک فٹ پر ہمارے فوجی تھے، ہم نے بیس ہزار گھروں کو زمین کے برابر کر دیا اور دس ہزار مزاحمت پسندوں کو صرف فلوجہ میں تہ تیغ کیا لیکن ہم فلوجہ پر قابو نہ پا سکے۔ امریکہ کی فوجی تاریخ میں اس سے بڑھ کر ناکامی کبھی نہیں ہوئی ہوگی۔ جو شہ زور امریکی مزاحمت پسندوں کو پکڑنا چاہتے تھے ان سے دو خود دو چار ہوئے اور کئی بہترین جنرل مارے گئے۔ ویتنام میں تمام بڑے شہروں پر امریکی قابض تھے، لیکن عراق کے چھوٹے سے شہر فلوجہ میں وہ بری طرح ناکام ہیں۔ رمسفیلڈ صاحب نے اتنی بڑی ناکامی اور ذلت کی خبر سن کر فرمایا کہ جنگوں میں ایسا ہوتا ہے، اس میں پریشانی اور فکر کی بات کیا ہے۔ جنگی ماہرین نے اپنے تجزیہ میں بتایا ہے کہ ایک امریکی ٹینک کی تیاری پر چودہ ملین ڈالر کی لاگت آتی ہے لیکن عراقی مزاحمت پسند ایسے گراں قدر محفوظ قلعہ کو ایسے بم سے ریزہ ریزہ کر دیتے ہیں جس پر دو سو عراقی دینار بھی خرچ نہیں ہوتے۔ امریکی ٹینکوں کی اتنی بڑی تعداد کا قبرستان عراق ہی بنا ہے۔ نہتے عراقیوں کو دیکھئے اور دنیا کی بہترین اسلحہ سے لیس امریکی و برطانوی فوجوں کو دیکھئے اور اس کارٹون کا تصور کیجئے جو امریکی اخبار کے کارٹونسٹ نے بنایا ہے اور سپر پاور کو صفر دیا ہے۔ یا بالفاظ دیگر صلیبی طاقتوں کو عراقیوں نے ڈھول چاٹنے پر مجبور کر دیا ہے۔ گزشتہ سال جب بش صاحب انتخابات لڑ رہے تھے تو ایک عراقی عالم نے لکھا تھا کہ ہم دعا کرتے ہیں کہ بش صاحب جیت جائیں تا کہ ہم عراقی انھیں شکست کا مزہ چکھا سکیں۔ ہماری تمنا ہے کہ بش جیسے لوگ برابر امریکی صدارت پر براجمان ہوتے رہیں تا کہ سپر پاور امریکہ کو صفر دیتے رہیں اور پوری دنیا کے لوگوں کی امریکہ سے نفرت میں اضافہ ہوتا رہے۔

☆☆☆

بحث ونظر

ملک ڈنمارک کی سرزمین پر آنحضور ﷺ کی ذات گرامی

پر اہانت آمیز کارٹون کی اشاعت پر "Wamy" کا احتجاج

شاہ عالم فلاحی

مسلم نوجوانوں کی بین الاقوامی تنظیم "Wamy" نے اس مضمون اور اس سے متعلق نبی کی ذات گرامی و حلیہ کشی کے بارہ کارٹون کا مطالعہ نہایت تعجب کے ساتھ کیا تھا جو ڈنمارک کے "Jyllands-Posten" جی لینڈ پوسٹن اخبار میں ۳۰ ستمبر ۲۰۰۵ء کو شائع ہوئی تھیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ایسی ہی شرمناک حرکت کا اظہار ہوا ہے۔ شری کے ساتھ ناروے سے شائع ایک میگزین میں دس جنوری ۲۰۰۶ء کو بھی ہوا ہے۔

مذکورہ تنظیم اس طرح کے غیر ذمہ دارانہ فعل کی تنقید کرتی ہے جو انسانی اقدار کے سراسر مخالف اور اسلام کی انتہائی کھلی دشمنی کی واضح دلیل ہے۔ ایسی شنیع حرکت صرف اور صرف انسانی سماج میں نفرت وعداوت کی آبیاری کرسکتی ہے اور عالمی امن وسکون و گوناں گوں تہذیب وثقافت کے تئیں لوگوں کے اندر موجود جذبہ احترام وپاس ولحاظ کو غارت کرسکتی ہے۔

تنظیم کسی بھی ایسی غیر مہذب و وحشیانہ حرکت کے جواز پر قدغن عائد کرنے کا زبردست مطالبہ کرتی ہے جو ڈنمارک اور ناروے کی حکومتوں نے اپنے شہریوں کو آزادی فکر ورائے کے نام پر دے رکھی ہیں۔

تنظیم یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ تمام انبیاء علیہ الصلاۃ والسلام کی مقدس ذاتوں کو اس طرح کے اہانت آمیز اور بہتان آمیز الزامات سے کوسوں دور رکھنا چاہئے کیونکہ یہ لوگ اللہ کے محبوب اور برگزیدہ

بندے ہیں جو نوع انسان کو فلاح وکامرانی کا سبق سکھانے اور ضلالت وگمراہی کے قعر مذلت سے نکال کر راہ مستقیم پر گامزن کرنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ بلاشبہ انبیاء علیہ الصلاۃ والسلام کی ذات گرامی سے مذاق ایک نہایت سنگین تذلیل وتحقیر پر مبنی عمل ہوگا۔ اس سے انسانی اقدار وآزادی فکر ویقین کی صدائے بازگشت کے خلاف جس کی زبردست وکالت اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کی فہرست میں درج ہیں اللہ تعالی نے آنحضور ﷺ کے اخلاق فاضلہ اور کردار عالیہ کی تعریف اپنی مقدس کتاب میں ان الفاظ میں بیان کی ہے:

"انک لعلی خلق عظیم" (یقیناً آپ اخلاق کے اعلی درجے پر فائز ہیں۔)

دوسری آیت میں ارشاد ہے:

(ہم نے تمھیں اے محمد! نوع انسانیت کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔)

یقیناً آپ کی ذات گرامی میں ایک اسوہ حسنہ ہے تمام عالم کے مسلمانوں کے لئے۔ ہر مسلمان مرد، عورت کے قلب ودماغ میں آپ کا رتبہ ومقام نہایت بلند ہے اور ہر مسلمان آپ کے مقصد زیست کی حفاظت کے لئے اپنا تمام اثاثہ بلکہ محبوب جان بھی قربان کردینے کے لئے ہمہ وقت تیار ہے اور آپ سے محبت ولگاؤ خاندان کے ہر فرد سے کہیں زیادہ ہے۔

انسانی اقدار اور دین اسلام کے واضح اصولوں کی روشنی میں وہ تعلیمات جو دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے جذبات وافکار کی بھی قدر کرتی ہیں اور اس مقصد کے پیش نظر کہ تمام انحاء عالم کے مسلمانوں کے غم وغصہ کو ٹھنڈا کیا جاسکے "Wamy" مسلم ملکوں کی حکومتوں سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اپنے شہریوں کے تعلق سے عائد ذمہ داریوں وفرائض کا شعور پیدا کریں اور ایسا ٹھوس قدم اٹھائیں کہ اس طرح کی تضحیک آمیز اور رسوا کن حرکت، اسلام اور نبی کی ذات گرامی کے خلاف کسی کے دل میں پیدا نہ ہو۔ ہم ڈنمارک وناروے کی حکومتوں سے زبردست مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مناسب اور موزوں قدم اٹھائیں تاکہ دوبارہ ایسا غیر ذمہ دارانہ عمل واقع نہ ہو۔ ایک سخت اور سزا پر مبنی قدم اٹھانے کی ضرورت ان دو حکومتوں کو اس لئے بھی ضروری ہے کہ ان حکومتوں کے مفادات مسلم دنیا میں محفوظ رہ سکیں اور مذاہب کے درمیان جو بنیادی اقدار ہیں ان کی پامالی نہ ہو۔

تنظیم عالمی برادری اور فعال اداروں سے عرض کرتی ہے کہ وہ اس شنیع حرکت کے خلاف صف آرا ہوں تاکہ ایسے اخلاق سوز واقعات کا وقوع پھر کبھی نہ ہو اور ان مجرموں کو سزا دیں جنھوں نے دانستہ طور سے کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کو محض اس لئے ٹھیس پہنچائی ہے تاکہ اس کے ذریعہ وہ اپنے اسلام کے خلاف مخفی عناد و نفرت کا پروپیگنڈہ کر سکیں۔

تنظیم اس بات کی خواہش مند ہے کہ بین الاقوامی سطح کے مفکرین، اسکالر اور قائدین کی توجہات کو اس امر کی جانب مبذول کرائی جائے جو امن عالم کے لئے ہمہ وقت سرگرم عمل رہتے ہیں کہ وہ لوگ اس طرح کی وحشیانہ اور غیر شائستہ حرکتوں سے چشم پوشی نہ برتیں اور مذہب اسلام کے خلاف معاندانہ جذبات رکھنے والوں کی حوصلہ افزائی نہ کریں تاکہ وہ پھر مستقبل میں اسلام کے خلاف شب و ستم بریجی جنوں کا اظہار نہ کر سکیں۔

اس طرح کے زہر آلود افکار و خیالات کی حوصلہ شکنی اگر فوراً نہیں کی گئی تو یہ ان بلند و عظیم اشخاص کی مخلصانہ کوششوں کے لئے بھی کسی سم قاتل سے کم نہ ہوگی جو شب و روز اقوام عالم کو ایک لڑی میں منسلک کرنے کا خواب دیکھتے ہیں اور جن کی سعی و جہد کے پیچھے اس کے سوائے اور کوئی بھی منشا پوشیدہ نہیں ہے کہ وہ اس دنیا میں ہمہ گیر انصاف و امن کے متلاشی ہیں۔

☆☆☆☆☆

بحث و نظر

اسرائیل بہ اسرائیل!

محترمہ طیبہ ضیاء

ایک چودھری صاحب نے اپنی بیٹی کی ڈھلتی ہوئی عمر سے پریشان ہو کر اپنے خاندانی میراثی سے کہا: ”برادری سے باہر بھی اگر کوئی تعلیم یافتہ لڑکا مل جائے تو رشتہ کرنے میں کوئی حرج نہیں“۔

میراثی بولا: چودھری صاحب! ”برادری وچ نک کٹواں والی گل نہ کرو، تے نالے ہر ذات، برادری دیاں عادتاں، فطرت تے ماحول وکھ ہوندا، اے جیہڑیاں پشتاں تیکن خون وچ رہندا اے“۔

میراثی کا یہ فلسفہ پاکستانی حکمرانوں کی سمجھ میں نہیں آسکتا کہ یہودیوں کے خون یا خمیر میں بھی مسلمانوں کے ساتھ منافقانہ اور متعصبانہ رویہ نسل در نسل ٹرانسفر ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے رد کی جانے والی اللہ تعالیٰ کی یہ ازلی قوم، آج بھی دنیا کے اقوام کی چودھری بنی بیٹھی ہے۔ غیر یہودی کو ”کمی کمین“ سمجھتی ہے۔ قرآن برابری، بھائی چارے اور امن کی بات کرتا ہے۔ کسی انسان کو سوئی برابر بھی تکلیف پہنچانے کی اجازت نہیں دیتا۔

علماء و مشائخ اللہ کے بندوں کو اللہ کا رستہ بتانے کا وسیلہ ہیں۔ لیکن اللہ اور اس کے رسولؐ کی تعلیمات پر عمل نہ کرنے والے کو فاسق اور منافق کہا گیا ہے۔ دینی مدارس میں بے گناہوں کو قتل کرنے کی برین واشنگ کرنے والے ان بہروپیوں پر اللہ کا شدید غضب نازل ہوگا۔ اس کے برعکس دیکھا جائے تو یہودیوں کے علماء یعنی ربانی کردار و اعمال کے بھلے کیسے ہوں، ان کا مقام خدا کے قریب سمجھا جاتا ہے۔ ان کی مقدس کتاب تالمود (توریت کی شرح) میں لکھا ہے کہ:

" Whosoever disobeys the rabbis deserves death and

will be punished by being boiled in hot excrement in hell. No rabbi can ever go to hell (Erubine 21 b). A rabbi debates God and defeats him. God admits the rabbi won the debate. (Baba Mezia 59 b). Hitting a jew is as hitting God. (Sanhedrin 58)

(جو کوئی ربائی کی حکم عدولی کرے گا وہ موت کا حق دار ہے اور اس کا ٹھکانہ کھولتی ہوئی جہنم ہے۔ کوئی ربائی جہنم میں نہیں جائے گا۔ ربائی خدا سے بحث کرتا ہے اور خدا کو شکست دیتا ہے۔ خدا ربائی کی جیت کو قبول کرتا ہے۔ یہودی کو مارنا خدا کو مارنے کے مترادف ہے۔)

جس قوم کے علماء خدا کا مقام رکھتے ہوں وہ اپنی قوم کو جس طرح چاہیں برین واش کر سکتے ہیں۔ جہاد کو "گالی" سمجھنے والوں کی توراۃ میں غیر یہودیوں کو مار کر جنت میں جانے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ یہودی ایک متکبر قوم ہے۔ یہودیوں کا ایمان ہے کہ ان کا خون غیر یہودی سے کئی گنا زیادہ مقدس ہے۔ جبکہ اسلام سکھاتا ہے کہ "جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔"

اسلام غیر مسلمین کی عزت اور حفاظت کی تعلیم دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے "جو مسلمان کسی غیر مسلم شہری پر ظلم کرے، اس کا حق مارے یا اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالے گا یا اس کی کوئی چیز جبراً لے گا تو میں اللہ تعالیٰ کی عدالت میں مسلمان کے خلاف دائر ہونے والے مقدمہ میں اس غیر مسلم شہری کا وکیل بن کر کھڑا ہوں گا۔" ایک یہودی کا جنازہ گزرا تو نبی کریم ﷺ کھڑے ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ نے کہا یا رسول اللہ یہ ایک یہودی کا جنازہ ہے۔ آپ نے فرمایا کیا یہودی کی جان نہیں ہوتی۔ جنازہ کسی کا بھی ہو جب دیکھو کھڑے ہو جاؤ حتیٰ کہ وہ جنازہ آگے نکل جائے یا زمین پر رکھ دیا جائے۔ (بخاری)

توراۃ سکھاتی ہے:

The non-jews are outside the protection of the law and God has "exposed their money to Israel" (Baba Kamma 37 b). All non-jews children are animal (Abodain Zerah 36 b)

(غیر یہودی کو کوئی قانونی تحفظ حاصل نہیں اور خدا نے ان کا مال یہودیوں کے لئے حلال کر دیا ہے۔ غیر یہودیوں کے بچے انسان نہیں جانور ہیں۔)

غیر یہودی کی جان مال، مال پر ناجائز قبضہ اور ان سے حقارت سے متعلق چند مزید حوالہ جات:
ربائی سائمن یوحائی کا قول ہے کہ "غیر اسرائیلی خواہ کتنا بے گناہ اور بہترین ہو اس کو ہلاک کرنا ثواب کا کام ہے۔" اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تبدیلی کرنے والے یہودیوں نے اپنی تاریخ بھی بدل ڈالی ہے۔ توراۃ میں لکھا ہے:

" For billion jewish killed by the Romans in the city of Bethar, 16 million jewish children were wrapped in scrolls and burned alive by the Roman. (Gittin 57 b)

جبکہ زمانہ قدیم کے شرح آبادی کے مطابق اس زمانہ میں بچے اور بڑے ملا کر پوری دنیا میں یہودیوں کی آبادی بمشکل ۱۲ ملین تھی۔ ۱۹۹۴ء میں جب ایک ربائی کے حکم سے ۴۰ کے قریب بے گناہ فلسطینی بے دردی سے شہید کر دیئے گئے جس پر نیویارک کے ایک نامور ربائی Meir Kahanen نے امریکی چینل CBS میں کہا تھا: "Arabs are 'dogs' is derived from the Talmud" (توراۃ کے مطابق عرب "کتے" ہیں)

اس بیان پر نیویارک ڈیلی نیوز میں یروشلم کے ایک پروفیسر Ehud Sprinzak کا بیان بھی شائع ہوا تھا۔

"Jewish believe it's God's will that they commit coilence against"

۱۹۸۹ء میں نیویارک ٹائمز میں ربائی Yitzhak Ginsburg نے توراۃ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا تھا:

" We have to recognize that jewish blood and the blood of non-jewish are not the same thing, one million Arabs are not worth a jewish finger mail."

(ایک ملین عربوں کی جان ایک یہودی کے ناخن کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتی۔)

یہودیوں کی کتب اور تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو دل کسی صورت ماننے کے لئے تیار نہیں کہ

دور حاضر کے یہودی مسلمانوں کے لیے روشن خیال، کشادہ دل اور ہمدرد دوست ثابت ہوں گے۔ مسلمانوں کے دینی نصاب میں تبدیلی، غیر مسلم کو مسلمان پر فضیلت دینا، دینی تعلیمات واحکامات کو توڑ کر پیش کرنا، لبرل فلسفے اور فتوے صادر کرنا، عقائد ونظریات کو متزلزل کرنا، قرآن واحادیث کی من پسند تشریحات پیش کرنا وغیرہ قرآن سے بغاوت ہے۔ ”مومنو! کسی غیر مسلم کو اپنا رازدار نہ بنانا۔ یہ لوگ تمہیں نقصان پہنچانے میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ جس طرح ہو تمہیں تکلیف پہنچے۔ ان کی زبانوں سے تو دشمنی ظاہر ہو ہی چکی ہے اور جو کینہ ان کے سینوں میں مخفی ہے وہ کہیں زیادہ ہے۔ اگر تم عقل رکھتے ہو تو ہم نے تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر سنا دی ہیں۔“

پاکستان کو اسرائیل کے جال میں پھنسنے سے گریز کرنا چاہئے۔ ”یہودی“ ایک نفسیات کا نام ہے جسے پاکستانی قوم کبھی ذہنی طور پر قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔

یہود اور نصاریٰ روز اول سے مفاد پرست اقوام ہیں۔ مسلمانوں کے جذبات سے مستفید ہوتے رہتے ہیں۔ جب مفاد عزیز ہو تو خود چل کر ہاتھ ملانے آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صاف بتا دیا ہے کہ ”یہود ونصاریٰ تم میں سے کسی کے دوست نہیں۔ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔“ اس کے باوجود جنرل مشرف عوام کو وہ محسوس کرانا چاہتے ہیں جو وہ خود محسوس کرتے ہیں اور اب پاکستان کو مشرف با اسرائیل کیا جا رہا ہے۔

(اقتباس: نوائے وقت)

☆☆☆☆☆

مقالات

تابعین کا طریقۂ تربیت

(۱)

مولانا افتخار الحسن ندوی

قرآن وسنت سے ماخوذ تابعین کے تربیت کے متعدد پہلو ہیں۔ ہم نے صرف چند پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے، تابعین قرآن کو صرف ثواب کی نیت سے نہیں پڑھتے تھے بلکہ وہ اس پر عمل کرنے کی غرض سے پڑھتے تھے۔ اس لئے وہ صرف اس کی تلاوت ہی نہیں کرتے تھے بلکہ اس میں غور وفکر اور تدبر کرتے تھے بلکہ صحیح لفظوں میں اس میں ڈوب جاتے تھے اور غواصی کرتے تھے۔ اس غواصی کے نتیجہ میں جو موتی ان کے ہاتھ آتے تھے وہ پہلے اپنی زندگی کو اس سے گوہر تاب بناتے پھر قرآن ہی کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق دوسروں کے ایوان زندگی میں بھی اسی گوہر تاباں کی تابندگی بکھیرنے کی کوشش کرتے۔ ان کا نظام تربیت اپنے تمام اجزا سمیت ایک محور پر گردش کرتا تھا۔ وہ محور تھا۔ دل کی اصلاح۔ ان کو یہ حقیقت معلوم تھی کہ گناہ کے جراثیم دل کی قوت سلب کر لیتے ہیں، اس لئے وہ کمزور ہو کے بیمار پڑ جاتا ہے۔ یہ حدیث ان کے سامنے رہتی:

”ألا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ و اذا فسدت فسد الجسد کلہ“

اس لئے ان کی پوری کوشش اس بات پر مرکوز ہوتی کہ دل کو گناہ کی آلائشوں سے پاک وصاف کرلیا جائے۔ حافظ ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ دل کی صفائی پر اتنا زور اس لئے دیا گیا کہ وہ جسمانی مملکت کا تنہا بادشاہ ہے۔ اگر بادشاہ راستباز ہو گیا تو رعایا بھی خود راستباز ہو جائے گی۔ اگر

بادشاہ کج رو ہو تو رعایا مزید کج روی اختیار کرے گی۔ اس لئے تابعین نے پہلے دل کا علاج کیا اور گناہ کے تمام جراثیم سے اسے پاک کیا تاکہ دل بیمار صحت مند و توانا ہو کر امانت اٹھانے کے لائق ہو جائے۔

امام ابن قیم الجوزیہؒ فرماتے ہیں بدن کی طرح دل بھی امراض کا شکار ہوتا ہے۔ دل بیمار ہو تو اس کا علاج توبہ و استغفار ہے، جس طرح لوہا زنگ آلود ہوتا ہے اسی طرح دل بھی زنگ آلود ہوتا ہے۔ دل کا زنگ ذکر الٰہی سے دور ہوتا ہے۔ بدن کی طرح دل بھی برہنہ ہوتا ہے، اسکی ستر پوشی تقویٰ سے ہوتی ہے، بدن پیاسا ہوتا ہے تو دل بھی تشنہ دہن ہوتا ہے۔ اس کی تشنہ دہانی معرفت و محبت الٰہی اور انابت و توکل کے پانی سے دور ہوتی ہے۔

دل بیمار کی صحت کے لئے امام ابن قیمؒ نے جو علاج تجویز کیا ہے وہ سخت مجاہدہ اور ریاضت کا طالب ہے۔ اس میں نفس سے جہاد کرنا پڑتا ہے۔ اپنی ہی آرزوؤں کے خلاف محاذ آرائی کرنی پڑتی ہے۔ اپنے ہی جذبات کے مقابلہ میں مورچہ بندی کرنی پڑتی ہے۔ شیطان سے بھی لڑنا پڑتا ہے اور دنیا سے بھی اور دنیا کے زخارف زیب و زینت سے بھی۔ یہی جہاد و مجاہدہ تربیت کی اساس ہے۔ قرآن کہتا ہے:

"و الذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا" (عنکبوت:۶۹)

ابن قیم فرماتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک ہدایت جہاد پر منحصر ہے۔ اس لئے لوگوں میں سب سے زیادہ ہدایت یافتہ وہی ہوگا جو جہاد میں سب سے آگے ہوگا جو اس جہاد میں کامیاب ہوتا ہے اللہ اس کے لیے اپنی رضا، رحمت کی وہ شاہراہ کھول دیتا ہے جو سیدھے جنت کو جاتی ہے اور جو شخص اس جہاد سے دور رہتا ہے وہ جنت سے بھی دور رہتا ہے۔

جہاد نفس کے ذریعہ دل کا مکمل علاج ہو جائے اور وہ پوری طرح صحتمند و توانا ہو جائے تو پھر ضروری ہو جاتا ہے کہ انسان خلوت و جلوت ہر حال میں یکساں راست باز اور سلامت روی کا پرستار بن جائے، ورنہ جہاد کے مطلوبہ فوائد حاصل نہیں ہو پائیں گے۔ امام ابن جوزی نے سچ ہی کہا

ہے کہ "تم اپنے نفس کو سنوار دو تو ظاہر بھی نکھر آئیگا۔"

نظام تربیت کے اجزاء

نفس کی سرکشی کا علاج خوف خدا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

واما من خاف مقام ربہ و نھی النفس عن الھوی (نازعات:)

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت مجاہدؒ نے اس کی توضیح یوں کی ہے کہ گناہ کی طرف جاتے ہوئے اللہ سے ڈرا جائے اور ڈر کر اس گناہ سے دامن بچالیا جائے، اور نھی النفس عن الھوی کا مطلب کہ نفس کو حرام کاری کے قریب جانے سے روک دیا جائے۔" قرطبی: ۱۹-۲۰۸"

ہوا پرستی کا جو دور آنے والا تھا عبداللہ بن مسعود اس سے پناہ مانگتے تھے وہ لوگوں سے فرماتے تھے کہ اللہ کا شکر ادا کرو کہ تم نے وہ زمانہ پایا جسمیں حق پرستی غالب ہے اور خواہشات مغلوب ہیں، عنقریب وہ زمانہ آئے گا جب خواہشات کی حکمرانی ہوگی۔ اللہ اس سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔ "قرطبی ۱۹۔۲۰۱"

خوف کے تین بنیادی اسباب

(۱) اللہ کا خوف

(۲) سزا کا خوف

(۳) معصیت کا خوف

اس کے علاوہ کچھ چیزیں اور ہیں جن سے خوف کھایا جاتا ہے لیکن وہ ان ہی تین اسباب کے تابع ہیں جیسے عذاب قبر کا خوف، قیامت کی ہولناکیوں کا خوف، حساب و کتاب کا خوف، اعمال کے مقبول نہ ہونے کا خوف، یہی خوف خدا نفس انسانی کو خواہشات کی پیروی سے روکتا ہے۔ اللہ کے خوف کے سوا کوئی دوسری طاقت ایسی نہیں جو نفس کو خواہشات کی آزادانہ پیروی و ہلاکت سے باز رکھ سکے، سید قطبؒ فرماتے ہیں کہ جسے اللہ کے حضور پیشی کا خوف ہو، ممکن

نہیں کہ اس کے قدم برائی کی جانب اٹھ سکیں، اگر بشری تقاضوں کے تحت اس کے قدم اٹھ بھی گئے تو اللہ کے حضور پیشی کا خوف فوراً ہی اسے ندامت اور توبہ اور استغفار پر مجبور کر دے گا، وہ سرکشی وبغاوت کے دائرے سے نکل کر اطاعت وبندگی کے حصار میں آجائے گا۔ نفس کو خواہشات کی پیروی سے روکنا ہی اطاعت کا اصل محور ہے کیونکہ سرکشی وطغیانی کی قوت محرکہ اصلاً خواہشات ہی ہوتی ہیں، یہی معصیت کی جڑ اور گناہ کا سرچشمہ ہوتی ہے۔ انسان پر جو مصیبت بھی آتی ہے زیادہ تر اسی کی بدولت آتی ہے کیونکہ جہالت کا علاج تو آسان ہے لیکن علم کے باوجود خواہشات کے پیچھے پیچھے دوڑتے رہنا نفس کی وہ مصیبت ہے جس کا علاج بڑا کٹھن اور بڑی مشقت وریاضت اور مجاہدہ کا طالب ہے۔ جذبات کے امنڈتے ہوئے تیز وتند طوفان کے آگے اگر کوئی چیز باندھ کا کام کرسکتی ہے تو وہ صرف خوف خدا ہے۔ "فی ظلال القرآن: ۲۸۔۔۳۸۱۸"

خواہشات کی طغیانی بڑے قہر برپا کرتی ہے، وہ عقل پر پردہ ڈالتی ہے اس کے پاؤں میں بیڑیاں جکڑتی ہے اس لیے اس کو زیر کرنے کے لیے بڑی زبردست قوت درکار ہوتی ہے یہ زبردست قوت اللہ کا خوف فراہم کرسکتا ہے، قیامت کی رسوائی کا خوف اور دنیا وآخرت کی تباہی کا خوف بہم پہنچا سکتا ہے اس کے سوا کوئی دوسری قوت نہیں جو اکی قہرمانیوں سے انسان کا بچاؤ کر سکے۔

تربیت خواہ اپنی ہو یا اپنے پیروؤں کی، تابعین اسی خوف خدا کو اور اسکی رضاء ورحمت کی آس وامید کو ہی تربیت کی اساس بناتے تھے، انھوں نے علوم آخرت کا مطالعہ کیا، عذاب قبر سے لیکر جنت ودوزخ کے داخلہ تک کے حالات وواقعات کا علم حاصل کیا، جس سے اللہ کا خوف پیدا کرنے میں ان کو مدد ملی۔

انسانی نفس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ پابندیاں گوارا نہیں کرتا۔ خواہ یہ پابندیاں اس کو راہ راست پر لانے ہی کے لیے کیوں نہ ہوں، اس لیے ناگزیر ہو جاتا ہے کہ اس کو صبر کا خوگر بنایا جائے، جب وہ صبر کا خوگر ہو جائے گا تو راہ راست اس کے قدموں تلے ہوگی وہ خود خواہشات

وجذبات کی طغیانیوں کو اپنے جہاد ومجاہدہ سے پسپا کر دے گا۔

تصبیر النفس

(نفس کو صبر کا خوگر بنانا)

نفس کو صبر کا عادی بنانے کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "و اصبر نفسک مع اللذین یدعون ربھم بالغداۃ و العشی یریدون وجھہ" (الکہف:۲۸)

صحیح مسلم میں سعد بن وقاصؓ سے منقول ہے کہ:

"ہم سات آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ ایک میں، دوسرے عبد اللہ بن مسعود، تیسرے بلال اور قبیلہ ہذیل کی دو آدمی، اور ان کے ساتھ دو آدمی اور جن کا نام مجھے یاد نہ رہا۔ مشرکین نے آپ سے کہا، اگر ان کی موجودگی میں ہم آپ کے پاس آئیں تو یہ لوگ ڈھیٹ ہو جائیں گے، ہمارا دبدبہ ختم ہو جائے گا۔ اس لئے ان کو اپنے پاس سے دور کر دیں، نکال دیں تو ہم آپ کے پاس آئیں۔ نبی اکرم ﷺ نے دینی ضرورت کے تحت اس بات کو مان لیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا:

"ولا تطرد اللذین یدعون ربھم بالغداۃ و العشی یریدون وجھہ"

(ابن کثیر:۳/۸۰)

اس روایت میں لائق توجہ بات یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے دل میں بھی ایک ایسا خیال آگیا جس پر اللہ نے آپ کو متنبہ کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نفس برائی کا راستہ ہی دکھاتا ہے، اس کا مزاج کسی طرح کی پابندی قبول نہیں کرتا۔ وہ آزاد اور بے لگام رہنا ہی پسند کرتا ہے۔ اس لئے یہ بات بھی بہت ناگوار ہوتی ہے کہ اس کی مرضی کے خلاف اس کو کوئی حکم دیا جائے یا اس کی تگ ودو کی کوئی حد بندی کی جائے۔ اس لئے ہر نفس پرست آرام طلب ہوتا ہے۔ وہ اپنی راحت کے لمحات میں کسی خلل اندازی کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اسی لئے رسول اکرم ﷺ کو نفس کی نگرانی کا

حکم دیا گیا تا کہ ایمان والوں کے ساتھ رہنے اور صبر کرنے کا نفس کو عادی بنا سکیں۔ صبر کا معنی ہے "روکنا" مطلب یہ ہے کہ آپ کا شریف نفس قریش کی یہ تجویز ماننے پر رضا مند ہو گیا کہ محتاج و غریب صحابہ کو محفل سے نکال دیں، اس پر وحی آئی کہ آپ اپنے نفس کو روکیں اور غریب کا ساتھ نہ چھوڑیں۔ آپ کا نفس نہ چاہے تب بھی نفس کو صبر کا عادی بنائیں کیونکہ نفس کو صبر کا خوگر بنانا تربیت کا ایک اہم ترین ذریعہ ہے۔ خواہشات کی پیروی سے نفس کو باز رکھنا اس کے ارتقاء کا وسیلہ ہے۔ اس کو اپنا کر وہ نفس امارہ سے نفس لوامہ اور نفس لوامہ سے نفس مطمئنہ بن جاتا ہے۔ امام بشر حافی کا ایک واقعہ ہے:

وہ کسی کے ساتھ سفر کر رہے تھے، راستے میں اس کو شدت کی پیاس لگی۔ ایک کنواں قریب آیا تو اس نے سوچا کہ یہاں پانی پی لیا جائے۔ بشر حافی نے اس سے کہا: تھوڑا صبر کرو، اگلے کنویں پر پانی پیا جائے گا۔ دوسرا کنواں آیا تو اس کی پیاس مزید شدت اختیار کر چکی تھی۔ اس نے یہاں پانی پینے کا ارادہ کیا تو انھوں نے کہا تھوڑا اور صبر کرو، اس کے بعد والے کنویں پر پانی پیا جائے گا۔ اسی طرح تیسرے سے چوتھے، پانچویں غرض ہر کنویں پر اس کو صبر کا دلاسا دیتے اور بہلاتے رہے اور شدت کی پیاس کے باوجود وہ پانی پیے بغیر ہر کنویں سے گزرتا رہا۔ پھر اچانک رکے، اس کو اپنی جانب متوجہ کر کے کہا: سنو! دنیا کا سفر اسی طرح طے کیا جاتا ہے۔ (صید الخاطر: ۹۹)

امام ابن جوزی یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اس حقیقت کا جس کو ادراک ہو گیا وہ نفس کو بہلائے گا، مشقتوں پر صبر کرنے پر اجر و ثواب کی رغبت دلائے گا جیسا کہ بعض سلف صالحین سے مروی ہے کہ وہ اپنے نفس سے کہا کرتے تھے کہ اے نفس! تو جس چیز کا خواہاں ہے اس سے تجھ کو اس لئے روکتا ہوں کہ اسی میں تیری بھلائی ہے۔ (صید الخاطر: ۹۹)

اللہ کے عذاب کا خوف ہی وہ چیز ہے جس کے ذریعہ صحابہ و تابعین اپنے نفس کی سرکوبی کر سکے۔ جو اپنی مرغوبات پر کسی طرح کی پابندی پسند نہیں کرتا=

نفس کی سرکوبی

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ:

جنت پر مشقتوں کا پردہ ڈال دیا گیا ہے اور دوزخ پر خواہشات کا پردہ۔ امام مسلم کی روایت میں حدیث کے الفاظ یوں ہیں: جنت مشقتوں سے گھری ہوئی ہے اور جہنم خواہشات سے۔

امام بخاری نے جو الفاظ حدیث استعمال کیے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت پردوں میں ہے اور یہ پردے ریشم و کمخواب کے نہیں ہیں بلکہ مشقتوں کے پردے ہیں اور یہ ایک نہیں تہ بہ تہ کئی ہیں اور کئی رنگ کے ہیں۔ ان پردوں کو پھاڑنا یا ہٹانا کوئی معمولی کام نہیں کہ ایک دو دن میں انجام پا جائے بلکہ یہ بڑی مشقتوں کا کام ہے اور اس میں مسلسل محنت و کاوش کی ضرورت ہوگی۔ یہ ایک دو دن میں نہیں مدتوں کی محنت کے بعد پورا ہو سکے گا۔

امام مسلم کی روایت کے الفاظ کو سامنے رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے گرد احاطہ بندی کر دی گئی ہے لیکن یہ احاطہ بندی اینٹ پتھر اور سیمنٹ یا لوہے کی نہیں بلکہ تکالیف و شدائد کی ہے۔ اس کی دیواریں بہت اونچی ہیں اور نیچی بھی۔ جنت میں پہنچنے کے لئے ان دیواروں کو توڑنا یا پھاندنا ناگزیر ہوگا۔ ان دیواروں کو توڑنا بھی کوئی معمولی کام نہیں جو دو چار دنوں میں پورا ہو جائے بلکہ اس کے لئے بھی مدتوں جانفشانی کرنی پڑے گی۔ تب جنت تک پہنچنا ممکن ہوگا۔ بزرگ تابعی عبد اللہ بن زکریا خزاعیؒ فرماتے ہیں کہ اپنی زبان کو راہ راست پر لانے کے لئے میں نے تیس سال تک محنت کی ہے۔ (الزھد: ۱۶۸)

ایک دوسرے موقع پر فرمایا کہ لایعنی باتوں سے بچنے کی سات سال تک محنت و مشقت کی تب جا کے کامیابی حاصل ہوئی۔

ایک دوسرے تابعی مورق بن مشمرج فرماتے ہیں:

بیس سال سے مسلسل محنت وکوشش کر رہا ہوں، لیکن اب تک کامیاب نہ ہو سکا۔ لوگوں نے پوچھا کس چیز کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ فرمایا: لایعنی باتیں نہ کرنے کی کوشش۔

(صفۃ الصفوۃ: ۳/۲۵۰)

بعض تابعین کے یہاں اس سے بھی زیادہ نفس کشی پائی جاتی ہے۔ شیخ الاسلام حافظ محمد بن منکدر فرماتے ہیں میں چالیس سال تک نفس کشی کی محنت کرتا رہا اب جا کے نفس کا تزکیہ ہوا اور اس میں استقامت وراستبازی پیدا ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء: ۵/۳۵۵)

زاہد کامل حضرت یوسف بن اسباط فرماتے ہیں:

چالیس سال کی مدت تک ہر اس چیز سے میں بچتا رہا جس کے بارے میں کوئی کھٹک محسوس ہوئی۔

نفس کشی کوئی مرغوب ومحمود شے نہیں ہے۔ لیکن اللہ کی رضا کے راستے پر بے خوف وخطر چلنے کے لئے ناگزیر ہے، خواہ نفس اس پر آمادہ ہو یا نہ ہو کیونکہ صحابہ وتابعین کے پاک نفوس نیک کاموں میں ان کے دمساز ہوتے تھے۔ جب بھی کسی نیکی کا ان کو موقع ملتا وہ خوش ہو جاتے اور بڑی چاہت کے ساتھ اس کو خوشی خوشی انجام دیتے۔ عبداللہ بن مبارک کے اس فرمان عالی پر غور کیجئے۔ فرماتے ہیں:

سلف صالحین کے قلوب نیک کاموں میں ان کا تعاون کرتے تھے۔ لیکن ہمارے قلوب نیک کاموں کے لئے اس وقت تک آمادہ نہیں ہوتے جب تک ان کے ساتھ زبردستی اور جبر نہ کیا جائے۔ اس لئے ہمیں اپنے دلوں پر زبردستی اور جبر کرنا چاہئے تاکہ وہ نیک کاموں کے لئے برضا ورغبت آمادہ ہو جائیں، تاکہ گناہوں کے جو داغ دھبے ان پر لگ چکے ہیں وہ صاف ہوتے رہیں۔ یہ کام دو چار دن کا نہیں کہ نیکیاں ہمارے دلوں کا سامان شوق بن جائیں بلکہ یہ مسلسل محنت وکاوش کا طالب ہے، خواہ اس میں پوری زندگی ہی کیوں نہ کھپ جائے۔

جب تابعین کے بارے میں عبداللہ بن مبارک کا یہ تبصرہ ہے تو پھر موجودہ دور کے لوگوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ یہ دور تو حق سے انحراف اور سرکشی میں اپنی مثال آپ ہے۔ کیا آج لوگ بغیر زبردستی کے نیک کام کے لئے آمادہ ہوں گے۔ ہرگز نہیں، اس کے لئے ان پر زبردستی کرنی پڑے گی اور مخصوص نوعیت کی نفس کشی اور ریاضت کے مرحلے سے گزرنا ہوگا اور بڑی باریک بینی سے ان تمام مرغوبات سے اس کو روکنا ہوگا جو اس راہ میں مزاحم ہوں۔ اس راہ میں جو چیز سب سے زیادہ مزاحم ہوتی ہے وہ بخل وحرص ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جگہ جگہ اس سے پرحذر رہنے کی تاکید وتلقین کی اور تزکیہ وتربیت کا اسے ایک وسیلہ قرار دیا۔

بخل وحرص سے اجتناب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"و من یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون" (الحشر: ۹)

امام قرطبی فرماتے ہیں: شح اور بخل دونوں ہم معنی ہیں۔ بعض علماء لغت کا خیال ہے کہ بخل کی بہ نسبت شح زیادہ سخت وشدید ہے۔ صحاح میں ہے کہ شح اس بخل کو کہتے ہیں جس میں حرص بھی شامل ہو۔ زکوٰۃ دینے میں اور اقرباء اور مہمانوں کے ساتھ پیش آنے میں تنگدلی کا مظاہرہ کرنا اور ان کے حقوق ادا نہ کرنا شح ہے۔ جو شخص ان لوگوں پر کشادہ دلی سے خرچ کرے نہ وہ بخیل ہے نہ شحیح، خواہ وہ اپنی ذات پر نہ خرچ کرے۔ اور جو شخص اپنی ذات پر کشادگی سے خرچ کرتا ہو اور مذکورہ اعمال طاعت وزکوٰۃ میں تنگدلی کا اظہار کرے تو وہ لم یوق شح نفسہ کا مصداق ہے۔

امام قرطبی نے شح کا یہی عام مفہوم بیان کیا ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ عام طور پر شح کا محدود معنی مراد لیتے ہیں وہ صحیح نہیں کہ اگر کوئی شخص زکوٰۃ ادا کرتا ہو اور زکوٰۃ کے ذریعہ فقراء و مساکین کی دلداری کرتا ہو تو وہ شح سے بچ گیا۔ شح کا مفہوم اس سے بہت عام ہے۔ طاعت و

بندگی کے جتنے شعبے ہیں سب میں انفاق کرے تب شح سے پاک ہوگا ورنہ نہیں۔ کسی انسان کا بدترین شح یہ ہے کہ ان اعمال خیر میں انفاق سے گریز کرے جو جنت سے قریب کرتے ہیں۔

شح نفس کی بدترین صفت ہے، وہ اعمال خیر میں انفاق سے انسان کا ہاتھ باندھ دیتا ہے۔ لیکن جو شخص اس معاملہ میں نفس کی ایک نہ سنے اور اس کے روکنے کے باوجود انفاق کا ہاتھ کھلا رکھے، وہ یقیناً جنت میں جائے گا۔ اسی مفہوم کے مطابق تابعین نے اپنی تربیت کی اور یہی مفہوم تابعین سے اتباع تابعین نے اخذ کیا۔ چنانچہ ابوالہیاج اسدی فرماتے ہیں:

میں نے ایک شخص کو طواف کے دوران یہ دعا مانگتے دیکھا:

"اے اللہ شح نفس سے میری حفاظت فرما۔ بار بار وہ صرف یہی دعا مانگے جا رہا تھا۔ کوئی دوسری دعا اس کے لب سے نہ بلند ہوئی۔ میں نے اس سے اس کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ بھائی! اگر میں شح نفس سے بچ گیا تو چوری نہیں کروں گا، زنا نہیں کروں گا اور کوئی دوسری بدی بھی نہیں کروں گا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ عبدالرحمٰن بن عوف تھے۔ (تفسیر قرطبی: ۲۹/۱۸)

تربیت نفس کی یہ توفیق صرف اسی کو نصیب ہوگی جو اللہ پر توکل کرتا ہو۔ اپنے سارے معاملات کو اللہ کے حوالے کر دیتا ہو۔ کیونکہ جب تک اس بات کا اذعان و یقین نہ ہو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، وہی اعمال صالحہ کی توفیق دے تو انسان صالح ہو سکتا ہے۔ اسی کی مشیت ہو تو دل میں ایمان سے محبت اور معصیتوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ جب تک یہ یقین پختہ تر نہ ہو جائے انسان اپنی دولت کا ایک روپیہ بھی خرچ نہیں کر سکتا۔

☆☆☆☆☆

مقالات

ازبکستان کے مسلمان

مولانا محمد ثناء اللہ عمری
ایم اے عثمانیہ

جمعہ عید المومنین کہلاتا ہے، مگر ۱۳؍مئی ۲۰۰۵ء (۴؍ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ) کا جمعہ مسلمانان ازبکستان کے حق میں عید نہیں وعید کا دن نکلا، جب کہ ازبکستان کے شہروں اندیجان اور قاراسو میں پولیس اور فوج ان مظاہرین پر پوری سنگدلی اور بے رحمی کے ساتھ ٹوٹ پڑی جو سیاسی اصلاحات کا اور ان مظالم کے سدباب کا مطالبہ کر رہے تھے جو صدر ریاست اسلام کریموف کی لادینی (Secular) حکومت مسلم آبادی پر ڈھا رہی تھی جو ملک کی مجموعی آبادی میں نوے فیصد ہیں اور وقتاً فوقتاً سیاسی تشدد سے لے کر قید و بند تک ہر قسم کے ظلم و ستم کا نشانہ بنائے جاتے رہتے ہیں۔ بہرحال! مذکورہ بالا تاریخ کو جو المیہ پیش آیا وہ یہ تھا کہ پرامن مظاہرین پر گولیاں چلائی گئیں، بم پھینکے گئے، توپ داغے گئے، نتیجہ یہ کہ ایک ہزار سے زیادہ مسلمان مارے گئے اور زخمی ہوئے۔ یہ ڈرامہ پوری احتیاط اور پیش بندی کے ساتھ کھیلا گیا کہ ان جرائم کی عالمی میڈیا کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ تاہم یہ وہ جرائم ہیں جن کی روس، چین اور امریکہ پوری تائید کرتے ہیں، کیونکہ یہ ملک وسط ایشیا کی بعض اسلامی جماعتوں پر الزام لگا رہے ہیں کہ جورجیا اور قازقستان کے سیاسی انقلاب وہ یہاں برپا کرنے کی کوشش میں ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بات انہیں پسند نہیں۔

بات شروع یہاں سے ہوئی کہ قیدیوں کے کچھ اعزہ و اقارب اندیجان کے ایک قید خانے میں گھس آئے اور تقریباً چار ہزار سیاسی قیدیوں کو چھڑا لے گئے۔ یہ ۱۲؍مئی ۲۰۰۵ء کی رات کی بات تھی۔

پے در پے نظر بندیوں اور مقدموں سے وہ تنگ آ گئے تھے۔قیدیوں کی رہائی کے بعد لوگ بڑی تعداد میں مظاہرے کرنے لگے اور مطالبہ کیا کہ صدر کریمو مستعفی ہو جائے۔

مقدمات کی بات آئی ہے تو ایک مقدمہ کا حال سن لیجئے، تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ کس قماش کے ہوتے ہیں۔ تئیس نوجوانوں کے خلاف مقدمہ دائر کیا گیا۔ الزام یہ تھا کہ یہ "دہشت گرد" ہیں۔ یہاں یہ بات بتا دینی ضروری ہے کہ اندیجان ازبکستان کا چوتھا بڑا شہر ہے۔ قازقستان سے اس کی سرحد ملتی ہے اور وہاں گزشتہ مارچ میں صدر "عسکر اکاییف" کا تختہ الٹ دیا گیا تھا۔ پولیس کا بیان یہ تھا کہ یہ عین ممکن ہے کہ یہ نوجوان اس انقلابی تحریک سے متاثر ہوں اور اپنے صدر مملکت کے خلاف سازش کر رہے ہوں۔ یا للعجب......

واضح رہے کہ مذکورہ بالا نوجوان "اکرامی تنظیم" کے اسلام پسند افراد تھے۔ یہ تنظیم اکرام یولداشوف کی طرف منسوب ہے جو اندیجان میں اسلامی آزاد پارٹی کے رکن تھے۔ بہر حال ان نوجوانوں کے بعد کچھ اور لوگ بھی رہا کرا لئے گئے۔ اس کے بعد تجارت کے راستے بھی کھل گئے جو چاروں طرف سے بند پڑے تھے۔ اس مسئلہ میں روس نے یہ کہہ کر مداخلت سے انکار کر دیا کہ یہ ازبکستان کا داخلی معاملہ ہے۔ رہا امریکہ تو اس نے اتنا ہی کہا کہ قیدیوں کو زبردستی چھڑا لے جانا پریشانی اور افسوس کی بات ہے۔

پس منظر : یہ حادثے ایک طویل کشمکش کا نتیجہ ہیں، جس کے دو فریق ہیں۔ ایک فریق صدر اسلام کریمو ہے جو ۱۹۸۹ء میں برسر اقتدار آئے اور دوسرا فریق اسلامی حزب مخالف، جس میں اکرام کی اسلامی آزاد پارٹی اور دوسری اسلام پسند پارٹیاں شامل ہیں۔ جو قومی سطح پر بدامنی کو روکنے، گرتی ہوئی معیشت کو سنبھالنے اور غریبی اور بے روزگاری دور کرنے کے لئے کوشاں ہیں، مگر حکمراں پارٹی حزب مخالف کا خاتمہ کر دینے کے درپے ہے، یہ کہہ کر کہ یہ دراصل انتہا پسند، بنیاد پرست اور دہشت گرد ہیں۔

ایک خاص بات یہ ہے کہ ۱۱ر ستمبر کے حملے اور "دہشت گردی" کے خلاف امریکہ کی باقاعدہ جنگ کے بعد ملک کی اسلامی تحریک اور ازبکی قوم کے خلاف کریمو حکومت کا ظلم و ستم کئی گنا بڑھ چکا ہے۔

بنیاد پرستی اور دہشت گردی کی آڑ لے کر حزب مخالف کے لوگوں کو گرفتار کیا جا رہا ہے، انھیں جان سے مار ڈالا جا رہا ہے، بڑے بڑے علماء تک کو بخشا نہیں جاتا۔ اور تو اور مسجدیں بند کرائی جا رہی ہیں۔ جب سے امریکہ سے دوستی کا عہد و پیمان ہوا ہے اور افغانستان پر حملے کے لئے یہاں امریکی چھاؤنیاں کھل گئی ہیں، ظلم و ستم کی کارروائی زوروں پر ہے۔ اس کا ایک فائدہ حکومت کو یہ ہوا کہ یہاں انسانی حقوق کی جو پامالی کھلے بندوں ہو رہی ہے اس پر امریکہ چوں نہیں کرتا، حالانکہ اشتراکی روس کے عہد حکومت میں انہی حقوق کی بحالی کے لئے وہ بہت چیختا چلاتا رہتا تھا۔

آزادی کے فوری بعد ازبکستان کی حکومت نے اسلام پر قانونی چھاپ لگا دی۔ مذہبی اداروں کو نجی قبضہ و تصرف سے آزاد کر دیا، مقصود یہ تھا کہ اسلامی تحریکات کو بے اثر کر دیا جائے۔ مگر ۱۹۹۱ء میں سوویت یونین زوال پذیر ہوا تو ملکی مطلع پر ایسے آثار ظاہر ہوئے کہ دنیا کی دوسری مسلم قوموں کی طرح ازبک قوم بھی اپنی مذہبی اصلیت کی طرف لوٹنے کو ہے۔ چنانچہ مسجدیں جو ۱۹۸۹ء میں کل ملا کر بیاسی تھیں دیکھتے ہی دیکھتے سات ہزار دو سو ہو گئیں اور یہ تمام پرائیوٹ طور پر بنی ہوئی ہیں۔ سرکاری، نیم سرکاری اہتمام سے نہیں، حد یہ کہ سرزمین ازبک پر کوئی مقام ایسا نہیں جہاں اللہ کا گھر موجود نہ ہو۔ اس کے ساتھ سو سے زیادہ دینی مدرسے اور ادارے بن کر تیار ہوئے جن میں آدھے سے زیادہ خواتین کے لئے مختص ہیں۔ پھر ان درسگاہوں میں لکھنے پڑھنے والوں کی تعداد بڑھ کر کہیں سے کہیں پہنچ گئی۔ مذہبی کتابوں کا سیلاب سا بہنے لگا۔ ملک کے باشندوں کی خدمت و حفاظت کے لئے "مذہبی پولیس کا محکمہ" قائم کرنے کی کوشش ہوئی، لوگ مذہبی تعلیم سے بھرپور دلچسپی لینے لگے، پردہ کا اہتمام بڑھنے لگا، ہزاروں طلبہ علم دین کی تحصیل کے لئے اسلامی ممالک کی یونیورسٹیوں کا قصد کرنے لگے۔ بہت سے لوگوں نے داڑھیاں رکھ لیں۔

ابتدا میں تو حکومت نے اس سیل رواں کا ساتھ دیا اور وطنی تشخص کی تعمیر میں اس سے فائدہ اٹھایا، کیونکہ یہ تشخص اقتدار کے استحکام کا باعث ہوتا ہے۔ صدر ریاست "اسلام کریمو" کا حال یہ تھا کہ اپنی بات چیت اور تقریروں میں آیات اور احادیث سے استدلال کرتے تھے بلکہ ۱۹۹۱ء کے ایک انتخابی جلسہ میں نمنگان نامی صوبے میں تقریر کرتے ہوئے وعدہ کیا تھا کہ ازبکستان کو اسلامی جمہوریہ بنا دیں گے

اور زور دے کر کہا تھا کہ اس سلسلے میں ہرگز دریغ نہیں کریں گے اور کوشش کریں گے کہ مذہب اسلام کو قابل رشک مقام ملے جس کا وہ ہر طرح مستحق ہے۔ پھر جب صدر بنے تو قرآن پاک کے نام پر حلف لیا، مگر حکومت میں قدم جم گئے تو قوم کو آنکھیں دکھانے لگے۔ ارشاد ہونے لگا کہ "مسلمان ملک کے امن واستحکام کے لئے خطرہ ہیں۔" مزید فرمایا کہ ازبکستان میں اسلامی حکومت کی باتیں مغربی بلاک (Bloc) کے غیظ وغضب کو بھڑکا دیں گی۔ اس کے بعد موصوف نے بہت سے ایسے علماء کرام کی دارو گیر شروع کردی جو حکومت کے صیغۂ امور مذہبی کے ہتھے نہیں چڑھتے تھے۔ اس کے بعد مسجدوں پر ہاتھ ڈالا اور یہ کہہ کر سینکڑوں مسجدیں بند کروائیں کہ یہ عبادت کے لئے نہیں بلکہ "دوسرے اغراض ومقاصد" کے لئے بنی ہیں۔ پھر انھیں اسلحہ خانوں میں تبدیل کردیا۔ جیسی وہ اشتراکی عہد حکومت میں تھیں۔ حکومت کے صیغۂ امور مذہبی نے تقریباً چار سو مسجدوں پر ہاتھ مارا اور وہاں اپنے کام کے لوگ متعین کئے۔ اس کے علاوہ قصر صدارت نے سرکاری ذرائع ابلاغ (میڈیا) کے نام احکام صادر کیے کہ علماء کرام کے خلاف افواہیں پھیلائیں، ان کی کردار کشی کریں، ان کو تعصب، دہشت پسندی اور دقیانوسیت کے مجرم ٹھہرائیں اور اس غرض کے لئے اشتراکی لغات کے سارے الفاظ کام میں لائیں۔ اس سلسلے میں سرکاری ٹیلی وژن ان تمام حلقوں پر حملے کرنے کا خاص طور پر پابند بنایا گیا جو ازراہ تعصب ملک کی دستوری حکومت کا تختہ الٹ دینا چاہتے ہیں۔ ایسے "آستین کے سانپوں" سے خبردار رہنا چاہئے۔ اسی پر بس نہیں، پردہ کے خلاف پروپیگنڈہ کیا گیا کہ یہ "عربوں" کی چیز ہے لہذا ازبکستانی خواتین کے لباس وپوشاک سے میل نہیں کھاتی۔ رہے اسلامی علوم وفنون تو ان کی تعلیم پر بھی قدغن لگادی گئی اور ان کے طلبا اور اساتذہ کو دوسرے شعبوں میں تتر بتر کردیا گیا، مسجدوں سے لاؤڈ اسپیکر اتار لئے گئے، داڑھی رکھنے والوں کو جیل بھیج دیا گیا اور مجبور کیا گیا کہ پولیس اسٹیشن جاکر "چار ابرو کا صفایا" کرڈالو ورنہ دیکھو قیدخانہ کی ہوا کھانی پڑے گی۔

پھر کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو محض اس بنا پر قید کردیے گئے ہیں کہ وہ آٹھویں اور نویں دہائیوں کے دوران مسجد آتے جاتے تھے۔ کہا گیا کہ چونکہ یہ مسجدیں اب حکومت کی مخالف ہیں اس لئے یہاں آمدورفت رکھنے والے سرکار کے دشمن ہیں، ان کا ٹھکانہ قیدخانہ ہے۔ اسی طرح پانچ ہزار سے زیادہ افراد

کو اس الزام پر دھرلیا گیا کہ یہ نویں دہائی میں جاکر فریضۂ حج ادا کر آئے تھے۔ اس طرح قیدیوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہوگئی ہے۔

اور سنئے! ایک نیا قیدخانہ بن رہا ہے جو "ایسے مذہبی بنیاد پرستوں اور دہشت گردوں کے لئے مخصوص (Reserved) ہے جن کی اصلاح ممکن نہیں۔" پھر قیدیوں کی ایک تعداد ایسی بھی ہے جو آتش گیر مادوں (Explosives) کی تیاری کے الزام میں ماخوذ ہیں۔ ان سے وہ دہشت گردی پھیلانا چاہتے ہیں، حالانکہ یہ بیچارے زراعت پیشہ ہیں اور وہ جو کچھ تیار کر رہے تھے وہ کیمیاوی کھاد کے سوا کچھ نہیں تھا۔

ان قیدیوں کے مصائب ومحن کی بابت انسانی حقوق کی تنظیم بھی چیخ اٹھی ہے۔ اس کی رپورٹ سے ظاہر ہے کہ انہیں ظلم وستم کی چکی میں پیسا جارہا ہے کہ ان کا دم ختم ہوجائے، ان کے حوصلے ٹوٹ جائیں۔ جو لوگ قید وبند میں نہیں ہیں ایسے مذہبی "دیوانوں" کو جو سزائیں دی جاتی ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ انھیں ملازمتوں سے معطل اور تعلیمی اداروں سے خارج کردیا جاتا ہے۔ بہر حال افرد قرار داد جرم بڑی طولانی ہے، اس کی بعض دفعات حسب ذیل ہیں:

[الف] بلدیہ (Municipality) کے ایسے سبھی اعلیٰ عہدیداروں کی معزولی جنھوں نے مسجدیں بنانے کی اجازت دی تھی، مگران مذہبی کارگزاریوں سے صرف نظر کرلیا تھا جو ان کے حلقوں میں جاری تھیں۔

[ب] صدارتی کابینہ کے ان ارکان کی برطرفی جو پابندی سے مسجد آیا جایا کرتے تھے۔

[ج] بیرونی ممالک کی دینی تنظیموں سے قطع تعلق کے احکام کا اجراء۔

[د] فلاحی اور دعوتی کام کرنے والے بیرونی ملکوں کے افراد کو ویزا دینے میں سختی اور ان کے مصارف کی کڑی تنقیح۔

اس فہرست کے ضمیمہ کے طور پر یہ ذہن میں رکھیے کہ حکومت نے تین ہزار سے زیادہ ایسے طلبہ کو وطن واپسی کا حکم دے دیا ہے جو اسلامی یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم تھے۔ سبب اس نادری حکم کا یہ بتایا ہے کہ نئی نسل کے یہ افراد وہاں بنیاد پرستی اور دہشت گردی کی تربیت پاتے ہیں۔ خود صدر کریموف نے برسر عام کہا

ہے کہ یہ ذات شریف غلط راستے پر ڈال دیے گئے ہیں اور جن ملکوں میں یہ علم و ہنر سیکھنے کے بہانے تشریف لے گئے ہیں وہاں ہتھیار اور بم بنانے کی صنعت سیکھ رہے ہیں۔ خیر اسی میں ہے کہ وطن واپس ہوں اور پولیس اسٹیشن جا کر توبہ نامہ داخل کروائیں ورنہ ان پر اور ان کے ماں باپ پر قیامت ٹوٹ پڑے گی۔

1999ء تھا کہ پایہ تخت تاشقند میں زبردست دھماکے ہوئے۔ اس کے بعد سے اسلام پسندوں کے خلاف حکومت کا موقف اور بھی سخت ہوتا چلا گیا۔ کریموف نے الزام لگایا کہ ہو نہ ہو یہ اسلام پسندوں ہی کی کارستانی ہو۔ یہ تو بھی جانتے ہیں کہ کسی فرد بشر نے ان حادثوں کی ذمہ داری نہیں لی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس سے مقصود یہ بتانا ہے کہ اسلام پسندوں کے خلاف حکومت کا اقدام بجا ہے، یہ بات کچھ بعید بھی نہیں، کیونکہ تاشقند اور قازقستان کے افق پر صیہونی چھائے ہوئے ہیں۔

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو!

امریکی کردار : ازبکستان میں پچھلے دنوں جو حادثے رونما ہوئے ان میں امریکہ کے کردار کا تجزیہ کرنے سے پہلے پیچھے مڑ کر ان دونوں ملکوں کے باہمی تعلقات پر ایک نظر ڈال لینی ضروری ہے۔ اس سے معلوم ہوگا کہ ۱۱/ستمبر کے حادثے کے بعد صورت حال پیچیدہ ہو گئی اور کریموف نے اس کا پورا فائدہ اٹھایا۔ حزب مخالف کے خلاف اپنا موقف سخت سے سخت تر کر دیا اور دہشت گردی کے مقابلے کے نام سے ملک میں قیامت ڈھا دی، امریکہ سے تعلقات مستحکم کر لئے اور اسے ایسی سہولتیں مہیا کیں کہ انکے بل بوتے پر اس نے ازبکی، افغانی سرحد پر فوجی چھاؤنی قائم کر لی۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے خود کریموف نے ازبکی پارلیمنٹ میں اس بات کا کھل کر اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

"واضح رہے کہ امریکہ اور بش میرے پشت پناہ ہیں، وہ اس قسم کی بیکار باتوں کو اہمیت نہیں دیتے، اگر وہ ہمارے خلاف ہوتے تو سالانہ خطیر مالی امداد نہ دیتے، میں نے اپنے دورۂ واشنگٹن کے دوران یہ بات محسوس کر لی تھی، دہشت گردی کے خلاف جنگ کے سلسلے میں میری جد و جہد کو وہ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ دہشت گردوں کا صفایا کرنے پر انھوں نے مجھے فیاضانہ انعام سے نوازا ہے۔ میں ارکان پارلیمنٹ سے کہوں گا کہ یہ دیکھ کر پریشان نہ ہوں کہ امریکی عہدیدار انسانی حقوق کے بارے

میں ہمارا ریکارڈ دیکھ کر نکتہ چینی کرتے ہیں، کیونکہ امریکہ کا مقصود دراصل یہ ہوتا ہے کہ دنیا کے سامنے ظاہر کرے کہ اسے جمہوری اصول و قوانین کا بڑا خیال ہے۔"

ازبکستان میں انسانی حقوق کی پامالی پر امریکہ کی طویل خاموشی کا شدید رد عمل ہوا، خود امریکہ کی متعدد تنظیموں نے حکومت کی اس چشم پوشی پر کڑی تنقید کی، بعد از خرابیٔ بسیار حکومت نے مجبوراً ازبکستان کی امدادی رقم کا ایک حصہ منجمد (Freeze) کر دیا اور گرتی ساکھ سنبھالنے کی خاطر بات یہ بنائی کہ ازبکستان نے مطلوبہ دستوری اور جمہوری اصلاحات نہیں کیں، بعد میں کہا گیا کہ اس ملک نے انسانی حقوق کی حفاظت میں تھوڑی سی پیش رفت دکھائی ہے۔ مگر جمہوری اور معاشی اصلاحات کا معاملہ بدستور رہا یوں کن ہے۔ ادھر ماسکو کی ایک تنظیم کی رپورٹ خبر دے رہی ہے کہ ازبکستان کے قید خانوں میں پچاس ہزار سے زیادہ قیدی ایڑیاں رگڑ رہے ہیں، مختلف قسم کی سزاؤں کی بنا پر جو لوگ جاں بحق تسلیم ہو گئے ان کا تو شمار ہی نہیں۔ اس طرح اسرائیل اور امریکہ کے ساتھ پر امن تعاون کو تقویت پہنچی۔ اس تعاون کی تفصیل یہ ہے کہ سونا، چاندی، یورینیم، تانبا، جست، فطری گیس، مٹی کا تیل، کوئلہ وغیرہ معدنی دولت میں شراکت ہو سکے گی۔ اسی لئے گزشتہ ایک سال کے دوران ازبکستان کو امریکہ نے چھیاسی ملین ڈالر کی امداد دی تھی۔ سینیٹ (Senate) نے بھی اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ مگر چونکہ بین الاقوامی سطح پر تنقیدیں آئے دن بڑھتی ہی چلی گئیں کہ ایک ایسے ملک کے ساتھ فیاضانہ سلوک کیا جا رہا ہے جو اسلامی تحریک کی مٹی پلید کر رہا ہے اور حزب مخالف کی جان کو لاگو ہے تو اس خطیر رقم میں اٹھارہ ملین ڈالر کی کٹوتی کر دی گئی، اللہ اللہ خیر سلا۔

بات دراصل یہ ہے کہ ماسکو اور واشنگٹن کو کریموف سے کوئی محبت نہیں ہے، انھیں اسلام پسندوں سے نفرت ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ ازبکستان میں (بلکہ دنیا بھر میں کہیں بھی) کوئی اسلامی پارٹی برسر اقتدار آئے۔ اس سے انھیں خدا واسطے کا بیر ہے۔ صدر کریموف کریملن اور وہائٹ ہاؤس کا یہ ایمائی پیام سمجھ گئے ہیں اور اپنے سیاسی مفاد کے تحفظ کے لئے سارے جتن کر لئے ہیں۔ یعنی باغی شہر (اندیجان) کے تمام راستے بند کر دیئے ہیں۔ پڑوسی ملکوں کی تمام سرحدیں بھی مسدود کر دی ہیں۔ سبھی شہروں میں ایمرجنسی (Emergency) کی سی حالت لاگو کر دی گئی ہے۔ تمام مقامات پر پولیس کے ہزاروں

سپاہی اور جاسوس پھیلا دیے گئے ہیں۔ بڑی تعداد میں فوج بھی متعین ہے۔ توپوں اور بندوقوں سے آگ برسائی جارہی ہے اور ہر سو سینکڑوں بندگان خدا کی لاشیں گر رہی ہیں، بہت سے زخمی ہو کر تڑپ رہے ہیں، اس سنگدلی اور سفاکی کا صاف مطلب یہ ہے کہ وسط ایشیا کے اندر اسلام پسندوں کا عروج ہرگز برداشت نہیں کیا جائے گا۔ حالانکہ جارجیا، کازقستان اور اوکرین (Ukrain) جیسی بڑی ریاستوں میں ایسے انقلاب کامیاب ہو چکے ہیں اور اپنی اپنی مصلحتوں کے پیش نظر روس اور امریکہ انہیں تسلیم بھی کر چکے ہیں!۔

مسلمان کہاں ہیں ؟ : صورت حال کا غالباً سب سے زیادہ خطرناک پہلو یہ ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان اس المیہ کے تماشائی بنے بیٹھے ہیں، وہ المیہ جس کا اہم ترین کردار کریمو ہے، جو نسلاً یہودی ہے اور اپنے آپ کو کمیونسٹ لیڈر رکھتا ہے، اس ظالم نے روسی ڈکیٹر جوزف اسٹالن کی تیغ یاد تازہ کر دی ہے جو وسط ایشیا کے مسلمانوں کے حق میں بلائے بے درماں تھا، جس نے چدرہ ملین مسلمانوں کے خون ناحق میں اپنے ہاتھ رنگے تھے اور انہیں سائبیریا کے دور دراز علاقے میں دھکیل دیا تھا۔

بات یہ ہے کہ کریمو کو ہلاکت و بربادی کے بھی وسائل میسر آ گئے ہیں اور اس نے یہ حقیقت پا لی ہے کہ حکومت پر بنے رہنے کی واحد صورت یہ ہے کہ ملک کی اسلامی تحریک کا خاتمہ کر دیا جائے، کیونکہ یہی ایک ایسی طاقت ہے جو اس شخص کی ظالمانہ حکومت کو مات دے سکتی ہے، وہ حکومت جس نے ملک کو اس کی عظیم معدنی دولت اور زرعی پیداوار کے باوجود انتہائی غربت اور پسماندگی سے دوچار کر دیا ہے۔
(عربی سے تلخیص)

☆☆☆☆☆

تعارف کتب

فقہ شافعی کے اہم مصادر

ڈاکٹر عبدالوہاب ابراہیم ابوسلیمان
استاذ جامعہ ام القریٰ
مکۃ المکرمہ

[۱] "الام" امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس الشافعیؒ (۲۰۴ھ)

فقہ کی بنیادی کتابوں کا ایک دلکش نمونہ اور اپنے اسلوب و منہج کے لحاظ سے بے نظیر کتاب ہے۔ ہر فقہی موضوع کا آغاز کتاب حکیم کی آیات یا صحیح حدیث سے امام شافعیؒ نے کیا ہے اور پھر ان آیات واحادیث سے مستنبط مسائل کا استخراج علمی طور پر کیا گیا ہے۔

"ام" اگر چہ اصل میں فقہ کی کتاب ہے لیکن اس نے اصولی قواعد کی تاسیس اور ان پر فروعی احکام کے بنا رکھنے کی طرح ڈالی ہے۔ اور فقہ اور اصول فقہ کے درمیان موجود ربط و تعلق کو نمایاں اور واضح کیا ہے اور انتہائی وضاحت کے ساتھ شریعت کے تفصیلی دلائل سے واضح اور سلیس زبان میں شرعی احکام کے استنباط و استخراج کے علمی طریقوں کی توضیح کی ہے۔

امام شافعیؒ کے منہج کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

کتاب الطہارۃ: ارشاد باری ہے: "اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم و أیدیکم الی المرافق و امسحوا برؤوسکم و أرجلکم الی الکعبین" الآیۃ۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: اس آیت کے مخاطبین کے نزدیک یہ بات کھلی ہوئی اور واضح تھی کہ اعضاء وضوء کو پانی کے ذریعہ دھلا جائے گا۔ لہٰذا اس آیت میں پانی کے ذریعہ غسل کا تذکرہ عقلاً اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ پانی اللہ کی مخلوق ہے اور آیت میں یہ لفظ عام ہے لہٰذا اس سے مراد آسمان،

نہروں، کھارے اور میٹھے سمندروں اور برتنوں کا پانی ہے۔ ظاہر قرآن سے یہ بات مترشح ہورہی ہے کہ ہر پانی طاہر ہے خواہ سمندر کا ہو یا کسی اور چیز کا۔ اسی مفہوم کی ایک حدیث بھی مروی ہے جس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے۔ لہذا ہر پانی مطہر ہوگا بشرطیکہ اس میں نجاست کی آمیزش نہ ہوئی ہو۔

اس منہج پر آپ تفصیل سے دلائل کا تذکرہ کرتے ہیں اور اس سے احکام ومسائل کی تبیین و توضیح کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور مسائل کے استخراج کے ضمن میں اصولی قواعد کی تطبیق بھی جا بجا نظر آتی ہے۔ آپ کا یہ طریقہ اجتہادی ملکہ پیدا کرتا ہے اور اگر اس نوع کی کتابوں کو درس ونصاب کا حصہ بنایا جائے تو اس کے مثبت نتائج ظاہر ہوں گے اور طالبان فقہ جمود وتقلید کے دائرہ سے آزاد ہوسکیں گے۔

[۲] مختصر المزنی: ابوابراہیم اسماعیل بن یحیی المزنی (۲۶۴ھ)

مقدمہ کتاب میں مزنی کہتے ہیں: یہ مختصر متن میں نے امام شافعی کے علم اور آپ کے اقوال کے مفاہیم سے اکٹھا کیا ہے تا کہ چاہنے والوں کے لئے استفادہ آسان ہوجائے۔

آپ پہلے شخص ہیں جنھوں نے مسلک شافعی کے مطابق فقہی کتابیں مدون کی ہیں۔ علامہ نووی نے اپنی کتاب "تہذیب الاسماء واللغات" میں شوافع کے نزدیک چھ مشہور ومتداول کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

مختصر ابی ابراهيم المزني، المهذب، التنبيه، الوسيط، الوجيز، الروضة.

تاج الدین السبکی لکھتے ہیں:

"مزنی کے تعلق سے قول فیصل یہ ہے کہ آپ کی تخریجات کا مسلک شافعی میں اعتبار ہوگا کیونکہ وہ امام اعظم کے قاعدہ پر ہیں۔ البتہ مسلک سے باہر کے آپ کے مختارات کا شمار مسلک شافعی میں نہیں کیا جائے گا۔ اور جہاں کوئی صراحت نہ ہو وہ مسائل قابل غور ہیں۔ میرے خیال میں وہ مسلک شافعی میں شمار کئے جائیں گے کیونکہ آپ نے ان کی بناء مسلک شافعی پر رکھی ہے۔

مزنی کی درج ذیل اور کتابیں بھی ہیں:

المنثور، المسائل المعتبرة، كتاب الوثائق، كتاب العقارب، كتاب نهاية الاختصار.

اور مختصر المزنی کا شمار شوافع کے یہاں متداول پانچ کتابوں میں سب سے پہلے نمبر پر ہے۔

[۳] المہذب: ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف الشیر ازی (۴۷۶ھ)

یہ کتاب فقہ شافعی کی ان دو کتابوں میں سے ایک ہے جو ہر زمانے میں ریسرچ اسکالروں اور محققین کی بحث وشرح کا ہدف رہی ہیں۔

دوسری کتاب امام غزالی کی "الوسیط" ہے۔

اس کتاب کی تصنیف کا آغاز مؤلف نے ۴۵۵ھ میں کیا اور ۴۶۹ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔

شیخ کتاب پر آپ نے یوں روشنی ڈالی ہے:

یہ مہذب ہے جس میں ان شاء اللہ میں امام شافعی کے مسلک کے اصول مع دلائل ذکر کروں گا اور ان اصولوں سے مشکل وپیچیدہ مسائل میں فروعی مسائل کا ان کی علتوں سمیت ذکر کروں گا۔

سبب تالیف کے بارے میں یہ روایت مشہور ہے کہ جب امام شافعی اور امام ابوحنیفہ صلح کر لیں گے تو ابواسحاق الشیر ازی کا علم ختم ہوجائے گا۔ یعنی آپ کا علم دونوں کے مابین خلافی مسائل ہیں۔ جب وہ دونوں اتفاق کرلیں گے تو یہ خلاف جاتا رہے گا۔ چنانچہ شیخ نے اس وقت اپنی یہ کتاب "المہذب" لکھی۔

[۴] التنبيه في فروع الشافعية:

ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف الشیر ازی (۴۷۶ھ)

فقہ شافعی کی پانچ مشہور کتابوں میں سے ایک ہے۔ آپ نے اسے ابوحامد المروزی کے حاشیہ سے لیا ہے۔ شافعی فقہاء نے اس کتاب کی شرح اور اس کے اختصار کی جانب خوب خوب توجہ دی ہے۔ سب سے مشہور شرح نووی کی "التحریر" ہے۔ اس پر تعلیقات وحواشی کی تعداد سو سے زائد ہے۔

[۵] نهاية المطلب في دراية المذهب:

امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ الجوینی (۴۷۸ھ)

ابن السبکی لکھتے ہیں: ''شافعی مسلک میں میرے اعتقاد کے مطابق ایسی کوئی دوسری کتاب نہیں لکھی گئی۔''

ابن خلکان اس کتاب کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''اسلام میں اس جیسی کوئی دوسری تصنیف منظر عام پر نہیں آئی۔''

ابن النجار کہتے ہیں: یہ کتاب چالیس جلدوں میں ہے۔ خود مؤلف نے اس کا اختصار ''مختصر النہایۃ'' کے نام سے کیا ہے جو مؤلف کے بقول النہایۃ سے حجم میں نصف اور تحقیق میں دوگنا سے بھی زیادہ ہے۔

[۶] البسيط في الفروع: ابوحامد محمد بن محمد الغزالی (۵۰۵ھ)

یہ کتاب امام الحرمین کی نہایۃ المطلب کی تلخیص کے مانند ہے۔

[۷] الوسيط في فروع المذهب: ابوحامد محمد بن محمد الغزالی (۵۰۵ھ)

شوافع کے نزدیک پانچ متداول فقہی کتب میں سے ایک ہے۔ یہ کتاب اصلاً ''البسیط'' کی تلخیص ہے۔ جس میں مؤلف نے ضعیف اقوال اور شاذ فروعی مسائل کو حذف کر دیا ہے۔

[۸] الوجيز في فقه مذهب الامام الشافعي:

ابوحامد محمد بن محمد الغزالی (۵۰۵ھ)

یہ کتاب ''البسیط'' اور ''الوسیط'' سے ماخوذ ہے۔ نیز مؤلف نے کچھ زائد امور کا بھی اضافہ کیا ہے۔ پانچ متداول فقہی کتب میں سب سے مشہور ومتداول کتاب ہے۔ انتہائی اختصار کے ساتھ جملہ فقہی مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اور مشہور خلافی مسائل میں امام مالک، ابوحنیفہ اور مزنی کے اقوال کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور مختلف شافعی فقہاء کی دور دراز کی تاویلات کا بھی ذکر موجود ہے۔

[۹] المحرر: ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد الرافعی (۶۲۳ھ)

بے حد مفید، مسلک شافعی کی تحقیق کی اساس ہے۔ مصنف نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ ان مسائل کی تصریح کریں جن پر اکثر شوافع کا اتفاق ہے۔

یہ کتاب اصلاً ابوحامد کی الوجیز سے ماخوذ ہے۔ علماء شوافع نے اس کتاب کی شرح وتلخیص اور تدریس کے جانب بھرپور توجہ دی ہے۔ اس کی مشہور شرح ''کشف الدرر فی شرح المحرر'' ہے جس کے

مؤلف شہاب الدین احمد بن یوسف السندی الحصکفی (۸۹۵ھ) ہیں۔ مؤلف نے ائمہ ثلاثہ کے اختلاف کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ مسلک کی بھی تنقیح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور رافعی و نووی کے درمیان ترجیح میں واقع اختلاف کو ذکر کرنے کے ساتھ اس بات کی بھی نشاندہی کی ہے کہ فتویٰ کس روایت پر ہے۔

[۱۰] فتح العزيز في شرح الوجيز:

ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد الرافعی (۶۲۳ھ)

امام غزالی کی کتاب الوجیز کی یہ شرح ہے۔ مؤلف سبب تالیف پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: کتاب اگرچہ بے شمار فوائد پر مشتمل تھی لیکن حسن ترتیب واختصار کی بنا پر الفاظ بے حد مشکل اور مفاہیم دقیق تھے۔ لہذا اس بات کی ضرورت تھی کہ اس کی ایک شرح لکھی جائے جس سے اس کتاب سے مراجعہ آسان اور مفید ہو جائے۔

شارح نے مشکل الفاظ کی توضیح کے ساتھ ساتھ پیچیدہ اور گنجلک مسائل کی تبیین بھی کی ہے۔ اس شرح میں آپ نے عراقیوں اور اہل خراسان کی کتابوں سے بھی بھرپور استفادہ کیا ہے۔

[۱۱] الروضة في الفروع: ابوزکریا محی الدین بن شرف النووی (۶۷۶ھ)

یہ کتاب اصلاً فتح العزیز کی تلخیص واضافہ ہے۔ اس میں مؤلف نے شافعی مسلک کی روایات کی بھرپور تحقیق وتنقیح کی ہے اور منتشر عبارتوں کو مختصر الفاظ میں سمیٹ دیا ہے۔ انتہائی اختصار کے ساتھ جملہ مشہور کتابوں کے مسائل یکجا کر دیے ہیں تا کہ طویل ہونے کی بنا پر لوگوں کے اوقات ضائع نہ ہوں۔ بیچ کی راہ اپناتے ہوئے جملہ فقہی حتی کہ غریب فقہی روایات کو بھی سمیٹ لیا ہے البتہ دلائل میں اطناب سے احتراز کیا ہے۔

لفظی تنقید کے بجائے احکام پر زور دیا ہے اور کتاب میں رافعی کی ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے۔

نووی مقدمہ میں لکھتے ہیں: میرا خیال ہے کہ اگر یہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی تو جس شخص نے بھی اس کتاب کا علم حاصل کر لیا اس نے پورے مسلک کا احاطہ کر لیا۔

اس کتاب کی مصطلحات کی توضیح کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

جہاں کہیں ''علی الجدید'' آئے تو قدیم قول اس کے خلاف ہوگا اور جہاں ''القدیم'' ہو تو

جدید قول اس کے برعکس ہوگا۔ جہاں "علی الصحیح" یا "الاصح" آئے وہاں دونوں وجھوں میں سے صحیح تر کی جانب اشارہ ہوگا۔ جہاں "علی الاظہر" آئے تو اس سے مراد دونوں قولوں میں مشہور ترین اور جہاں "علی المذہب" آئے تو مراد دونوں طریقوں یا طرق میں سے ہوگا۔ اور جب اختلاف کمزور ہوگا تو میں "علی الصحیح" یا "المشہور" کی اصطلاح استعمال کروں گا۔ اور جب قوی ہو تو "علی الاصح" یا "الاظہر" کی اصطلاح استعمال کروں گا۔

[۱۲] منهاج الطالبين : ابوزکریا محی الدین بن شرف النووی (۶۷۶ھ)

یہ کتاب رافعی کی "المحرر" کی تلخیص ہے۔ البتہ اصل کتاب میں جو مسائل بکثرت محذوف تھے، وہ مسائل اس میں اکٹھا کردیے گئے ہیں۔ بعض جگہوں پر جہاں "محرر" میں غیر مختار اقوال درج تھے، منہاج میں مختار اقوال درج کئے گئے ہیں۔ ساتھ ہی "محرر" کے غریب یا وہم پیدا کرنے والے الفاظ کو اس میں بدل دیا گیا ہے۔ عموماً اگر مسئلہ میں دو قول یا وجہیں تھیں تو اس کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔ بعض عمدہ اور نفیس مسائل کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔

[۱۳] التحقيق : ابوزکریا محی الدین بن شرف النووی (۶۷۶ھ)

علامہ نووی سے منقول اختلاف کی صورت میں شوافع کے یہاں معتمد ترین کتاب نووی کی یہی "التحقیق" ہے۔ متاخرین کے نزدیک اختلاف کی صورت میں نووی کی کتابوں پر اعتماد کی ترتیب درج ذیل ہے:

[۱] التحقیق [۲] المجموع [۳] التنقیح [۴-۵] الروضۃ والمنہاج [۶] الفتاوی

[۷] شرح مسلم [۸-۹] تصحیح التنبیہ ونکتہ۔

[۱۴] تحفة المحتاج لشرح المنهاج :

احمد بن محمد بن علی ابن حجر الہیتمی (۶۷۶ھ)

علماء حضرموت، شام، کرد، داغستان اور اکثر اہل یمن کے علماء شوافع کے نزدیک مسلک کی تحقیق میں اعتبار اصلاً ابن حجر کے اقوال پر بلکہ آپ کی اسی کتاب پر ہے۔

مسلک شافعی کی دیگر کتابوں کے مقابلہ میں فتویٰ کی اساس یہی کتاب ہے۔ ابن حجر نے اس کتاب میں شرح المنہاج للجلال المحلی پر اپنے استاذ عبدالحق کے حواشی سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

ابن حجر کی فقہ پر متعدد کتابیں ہیں۔ اعتبار کے لحاظ سے ترتیب یوں ہے:

[۱] التحفۃ [۲] فتح الجواد [۳] الامداد [۴] الفتاوی وشرح العباب

[۱۵] مغني المحتاج الى معرفة معاني ألفاظ المنهاج :

شمس الدین محمد بن احمد الشربینی الخطیب (۹۷۷ھ)

امام نووی کی کتاب المنہاج کی شرح ہے۔ اس میں الفاظ وعبارات کی تشریح کے ساتھ ساتھ متعدد دیگر فوائد بھی ہیں۔ متعدد دلائل اور فقہی علتوں پر مشتمل ہے۔ متاخرین کا جن آراء پر اعتماد ہے اس کی بھی توضیح کردی گئی ہے۔

[۱۶] نهاية المحتاج في شرح المنهاج :

شمس الدین الجمال محمد بن احمد بن حمزہ الرملی (۱۰۰۴ھ)

مسلک شافعی میں یہ کتاب متاخرین کے نزدیک مصدر ومرجع رہی ہے۔ مصر کے اکثر علماء شوافع کے نزدیک یہی اصل معتبر ومستند کتاب ہے۔ اور بعض دیگر علماء "النہایۃ" اور "تحفۃ المحتاج" کو جڑواں تصور کرتے ہیں اور مسلک کو ان سے باہر تصور نہیں کرتے۔

رملی اور شربینی کی شرحوں میں بعض فروق پائے جاتے ہیں۔ رملی بعض مسائل میں شربینی سے منفرد ہیں اور اکثر مسائل میں وہ اپنے والد کی موافقت کرتے ہیں۔

رملی مسلک شافعی کی مختلف روایات واقوال کے درمیان اپنی ترجیح کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: میرے نزدیک راجح ترین قول وہ ہے جس کے راجح ہونے کی نص موجود ہو ورنہ پھر وہ قول جس کا متاخر ہونا معلوم ہو ورنہ پھر وہ جس پر تنہا تفریع کی گئی ہو۔

رملی کی فقہ پر اور بھی متعدد کتابیں ہیں جیسے: شرح المنہاج، شرح البہجۃ الوردیہ، شرح الواضح، شرح العباب، شرح الزبد، شرح ایضاح مسلک النووی، شرح المسالک الدلجیۃ، غایۃ المرام، شرح مختصر الشیخ عبداللہ بافضل الصغیر، التحریر لشیخ الاسلام اور العباب پر آپ کے بعض حواشی بھی ہیں۔

☆☆☆☆☆

شعر و نغمہ

"قطعہ"

قمر سولپوری

ظلم کو دیکھ کے بزدل کی طرح چپ نہ رہو
واقعی ہے جو برا اس کو برا تم بھی کہو
شان میں جس نے مرے آقا کے گستاخی کی
آج کے دور کا اس شخص کو بوجہل کہو

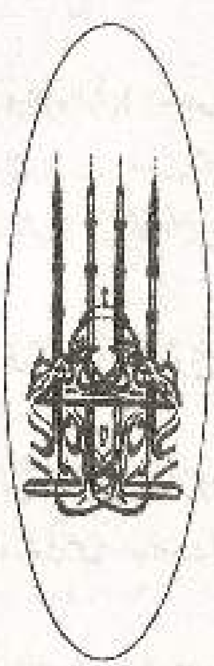

سنور جائے گی عقبیٰ صرف چاہت کی ضرورت ہے
صفائے قلب کی خاطر حلاوت کی ضرورت ہے
پریشاں حال ہے ہر سُو ترے محبوب کی امت
مرے مولیٰ ترے لطف و عنایت کی ضرورت ہے
اکٹھا ہو رہے ہیں ہر طرف اسلام کے دشمن
ہمیں اب تو اخوت اور محبت کی ضرورت ہے
شجر اسلام کا مرجھا رہا ہے آج دنیا میں
وہ ہم سے خون مانگے ہے شہادت کی ضرورت ہے
قمرؔ یہ صاحبانِ جبہ و دستار سے کہہ دو
نکلیے خانقاہوں سے قیادت کی ضرورت ہے

فقط جوشِ جنوں سے کام بن سکتا نہیں لوگو!
تدبر ہوش مندی اور فراست کی ضرورت ہے

جامعہ کے لیل و نہار

ادارہ

تقریب تقسیم اسناد و انعامات:

سوشل ایجوکیشن فاؤنڈیشن خالص پور اعظم گڑھ کی جانب سے سیرت نبوی پر معیاری نگارشات نظم و نثر پر سالانہ انعام اور سند توصیف دینے کا فیصلہ ۲۰۰۵ء میں کیا گیا تھا۔ ماہرین نے مجموعہ نعت و حمد میں سب سے اچھا مجموعہ مولانا ابوالبیان حماد عمری صاحب کا قرار دیا۔ موصوف کو انعام دینے کے لئے ۲۰۰۶/۳/۵ء کو ابواللیث ہال میں ایک تقریب مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب ناظم دار المصنفین و مدرسۃ الاصلاح کے زیر صدارت منعقد ہوئی۔ کنوینر کے فرائض مولانا محمد طاہر مدنی صاحب نے انجام دیئے۔ تقریب کا آغاز عزیزم عبدالحمید حاکم کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ مولانا محمد عارف صاحب عمرؔی نے ''سیرت نبوی آج کے تناظر میں'' کے عنوان پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ ابتدائی صدیوں میں فن سیرت کی جانب خصوصی توجہ نہیں دی گئی جس کی وجہ سے ضعیف روایات کا ایک بڑا حصہ اس میں در آیا۔ سیرت کا آغاز مغازی کے بیان سے ہوا اور پھر علامہ شبلی وغیرہ کی کوششوں سے اس کا دائرہ وسیع ہوتا گیا اور سیرت کے دائرہ میں پورا دین جیسے عقائد اسلام، ارکان اسلام، اخلاق اسلام وغیرہ داخل ہوگیا۔ اگر سیرت کو علم کلام کا ذریعہ بنا کر اسلام کی تشریح کی جائے تو اسلام کی بہترین ترجمانی ہوسکتی ہے۔

موصوف کے بعد ڈاکٹر ابرار اعظمی صاحب نے روداد سفر ''قطرے سے گہر ہونے تک'' کے عنوان سے پیش کیا۔

ادارہ کی جانب سے جامعہ کے طلبہ کے درمیان ''اردو زبان مسائل اور حل'' کے عنوان پر کرائے گئے۔ انعامی مقابلہ میں کامیاب طلبہ ''سلیم انصاری I، مرزا فاران II، راشد کمال III'' کو ناظم

جامعہ مولانا ابوالبقاء صاحب کے بدست اور طالبات "ارم بشریٰ I، عارفہ نسرین II، عمرانہ رفعت III" کو محترم سلمان صاحب کے بدست انعامات اور سندیں دی گئیں۔

معزز مہمان مولانا ابوالبیان حماد عمری صاحب کو صدر مجلس کے بدست سند اعزاز اور مبلغ گیارہ ہزار روپے کا ایک چیک پیش کیا گیا۔ موصوف نے اپنے مجموعہ کلام میں سے بعض حمدیں اور نعتیں بھی سامعین کو سنائیں۔

آخر میں چند شرکاء نے اپنے تاثرات واحساسات پیش کئے۔ ناظم جامعہ جناب مولانا ابو البقاء صاحب نے اردو شعراء کی نعت گوئی پر روشنی ڈالی اور محسن کاکوروی کی مشہور و مقبول نعت "سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل" کی جانب توجہ دلائی۔

ڈاکٹر سلمان صاحب نے فرمایا: تجرباتی سائنس کی ترقی مسلمانوں کی مرہون منت ہے۔ مسلمانوں نے اس علم کو اوج ثریا تک آپ ﷺ کی ذات اور آپ کی لائی ہوئی کتاب قرآن مجید سے مہمیز پاکر پہنچایا۔ کائنات کے پھیلنے کا تصور سو سال پہلے کا ہے جب کہ یہ نظریہ قرآن میں چودہ سو سال پہلے ہی نازل ہو چکا ہے۔

صدر جامعہ مولانا نسیم الدین اصلاحی صاحب نے اپنے تاثرات کا اظہار کچھ اس طرح کیا۔ شاہان مغلیہ نے اپنے عہد شباب میں ہندوستان کو چند عظیم تحفے دیے۔ تاج محل دیا، لال قلعہ دیا، جامع مسجد دلی دیا، قطب مینار دیا اور اپنے دور زوال میں انھوں نے اردو زبان دیا۔ جس کو میر، غالب اور اقبال نے ترقی دی۔ اردو زبان میں تمام اصناف سخن میں جس صنف میں سب سے زیادہ کلام پیش کیا گیا وہ نعت گوئی ہے۔ جس کا سبب زیارت مدینہ کی دولت نہ ملنے کی تڑپ اور شدید آرزو ہے۔ اردو زبان کی سلاست نے اب پوری دنیا کو متوجہ کر لیا ہے۔ اب یہ اسلام کی ترجمان بن گئی ہے۔ وہ زبان جس میں سیرت کی بے شمار کتابیں ہوں وہ زبان اس دنیا سے مٹ نہیں سکتی۔

آخر میں عمیر صدیق ندوی صاحب اور ڈاکٹر الیاس اعظمی صاحب نے اپنے تاثرات بیان فرمائے اور ڈاکٹر ابرار صاحب کی ان کاوشوں کو ان لفظوں میں سراہا: "و ما عند الله خير للأبرار"

صدر مجلس مولانا ضیاء الدین صاحب اصلاحی نے فرمایا: سیرت کا بنیادی مصدر قرآن مجید ہے۔ قاضی عیاض نے اپنی مشہور تصنیف "الشفاء" میں بعض ایسے ابواب قائم فرمائے ہیں جو قرآن مجید سے ماخوذ ہیں۔ آپ نے فرمایا سیرت محض واقعات کی کھتونی نہیں جیسا کہ بعض دانشوروں کا خیال ہے بلکہ سیرت ہمارے لئے مشعل راہ ہے جس کے آئینے میں ہر دیکھنے والے کو اپنے فکر وعمل کی کجی و گمراہی دکھائی دے گی۔ اور اسی کی اصلاح پر فرد کی روحانی ترقی موقوف ہے۔ امام ابن تیمیہ نے خود میں فرمایا تھا کہ مسلمانوں کے سارے دکھوں کا علاج سیرت نبوی میں ہے، آپ کی اتباع میں ہے۔

آخر میں یہ باوقار اور مبارک تقریب مولانا محمد طاہر مدنی صاحب کے ہدیہ تشکر پر اختتام پذیر ہوئی۔

مولانا مقبول احمد صاحب فلاحی کی سفر حج سے واپسی:

یہ اطلاع دیتے ہوئے ہمیں بے حد خوشی ہو رہی ہے کہ نائب مہتمم تعلیم وتربیت جناب مولانا مقبول احمد فلاحی صاحب اپنے حج کے مبارک سفر سے بخیر وخوبی واپس آگئے ہیں۔ آپ نے ۱۱/۲/۲۰۰۶ء کو ابو اللیث ہال میں اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ حج بیت اللہ، قربِ الٰہی کی آخری منزل ہے۔ تزکیہ وتربیت کے متلاشیوں کے لئے اس منزل سے گزرنا انتہائی ضروری ہے اور سلوک کی اس منزل کے لئے صبر، ثبات، استقامت، ایثار وقربانی کا توشہ بھی لازمی ہے کیونکہ رجوع الی اللہ کی اس منزل پر محض طواف، رمی اور قربانی کی عبادات کو انجام دینا مقصود نہیں بلکہ دوسروں کی رعایت کرتے ہوئے ان شعائر کی ادائیگی مطلوب ہے۔

اپنے مشاہدات کو بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت سے تین چیزیں بہت زیادہ موثر ہیں: [۱] تلاوت آیات [۲] اللہ کو پانے اور اس کو دیکھنے کا دوسرا ذریعہ خانہ کعبہ کا دیدار [۳] روضہ اطہر کی زیارت اور روضہ رسول میں اس کے حضور اس کی لائی ہوئی کتاب کو پڑھنے یا خانہ کعبہ کے سامنے اس کے مالک کی کتاب پڑھئے تو ایک عجیب وغریب خوشی ملتی ہے۔

مسجد میں وائرنگ:

مسجد کے توسیع شدہ ہال میں فی الحال پنکھے لگوانے کے لئے وائرنگ کا کام جاری ہے۔ جلد ہی وہ پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔

کلیۃ البنات میں مسجد کی تکمیل مکمل :

الحمد للہ کلیۃ البنات میں مسجد کی تعمیر کا کام مکمل ہو گیا ہے۔ اس کی صفائی اور تزئین کا کام جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم گنہگاروں اور ان کے بچیوں کو پکّے نمازی بننے کی توفیق بخشے۔

مرکز الدعوۃ کی پہلی منزل روبہ تکمیل :

مرکز دعوت جس کا سنگ بنیاد شیخ نادر نوری کے بدست ۲۷ فروری ۲۰۰۵ء کو رکھا گیا تھا، اس کی پہلی منزل روبہ تکمیل ہے۔ اس کے نصاب میں ان شاء اللہ موجودہ ادیان و نظریات کا تنقیدی اور تقابلی مطالعہ، طلبہ کو دعوت کی عملی تربیت، انگریزی اور علاقائی زبان میں تقریر و تحریر کی مشق اور اسلام پر اعتراضات اور شبہات کا جواب دینے کی تربیت وغیرہ شامل ہوگی۔

اللہ تعالیٰ اس مرکز کی عمارت کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے اور اس کے اہداف کو ثمر آور بنائے۔

مولانا مدنی کے انتقال پر تعزیتی نشست :

جمعیۃ علماء ہند کے صدر مولانا سید اسعد مدنی مرحوم کے انتقال پر جامعہ میں تعزیتی نشست منعقد ہوئی، اس نشست میں جامعہ کے نگران اعلیٰ مولانا محمد اسماعیل فلاحی صاحب نے مرحوم کی حیات و خدمات پر روشنی ڈالی۔ مہتمم تعلیم و تربیت مولانا محمد طاہر مدنی صاحب نے مرحوم کی قیادت میں جمعیۃ علماء ہند کی خدمات، تعلیم، مراکز اسلامی کی حفاظت اور فسادات و حادثات کے مواقع پر ریلیف کے کاموں کا ذکر کیا۔ اس موقع پر قرارداد بھی پاس کی گئی جس میں مولانا مدنی کے انتقال کو عظیم سانحہ قرار دیا گیا۔

رپورٹ احتجاجی جلسہ عام

رسولؐ کی شان میں گستاخی، ہرگز برداشت نہیں :

جامعۃ الفلاح بلریا گنج کے میدان میں ۱۷ فروری بروز جمعہ بوقت ۲ بجے دن ایک عظیم الشان احتجاجی جلسے کا انعقاد ہوا، جس میں قرب و جوار کے ہزاروں لوگوں نے شرکت کی۔ صدارت مولانا رحمت اللہ اثری فلاحی نائب ناظم جامعہ نے کی اور نظامت انچارج رابطہ عامہ مولانا مقبول احمد فلاحی نے کی۔ مقررین میں مولانا عبدالمجید اصلاحی ناظم جمعیت اہل حدیث ضلع اعظم گڑھ، محمد محسن نیتا، محمد

افضل، منشی محمد انور امیر مقامی جماعت اسلامی بلریا گنج، مولانا نعیم الدین اصلاحی اور مولانا محمد طاہر مدنی شامل تھے۔

مقررین نے مغربی ممالک کے اخبارات کے ذریعہ اہانت رسول کی گھناؤنی حرکت کی پرزور مذمت کی اور اسے مغرب کی اسلام دشمنی کا مظہر قرار دیا اور یہ بات واضح کی کہ یہ حرکت ناقابل برداشت ہے۔ ان ممالک پر ہر طرف سے دباؤ ڈال کر متعلق اخبارات کے خلاف کارروائی پر مجبور کرنے کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں میں غم و غصہ کی اٹھنے والی لہر بجا ہے اور حب رسولؐ اور دینی حمیت کا ثبوت ہے۔ آزادی صحافت کے نام پر دنیا کے کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کے ساتھ کھلواڑ کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ تمام مذاہب اور مذہبی شخصیات کا احترام ہونا چاہئے۔ مسلمانوں سے یہ اپیل بھی کی گئی کہ جذبۂ حب رسول کو مضبوط سے مضبوط تر کریں اور اتباع رسول کے ذریعہ اس کا ثبوت فراہم کریں۔ اپنے احتجاج کو پرامن اور موثر بنائیں اور اس موقع سے تعلیمات نبوی کا تعارف بھی کرائیں۔

جلسہ کے بعد جلوس بھی نکالا اور حکام کو درج ذیل میمورنڈم پیش کیا گیا:

بخدمت عالی جناب ضلع مجسٹریٹ اعظم گڑھ

حضرت محمد ﷺ کی اہانت .... ناقابل برداشت !

اخبار جی لینڈس پوسٹن (ڈنمارک) نے رحمۃ للعالمین حضرت محمد ﷺ کے سلسلے میں ۳۰ ستمبر ۲۰۰۵ء کو حد درجہ اہانت آمیز اور اشتعال انگیز کارٹونس اور مضمون شائع کیا۔ ان میں سے ایک میں رسول اللہ ﷺ کو ایک بم نما پگڑی باندھے ہوئے دکھایا گیا ہے جس کے فلیتے میں آگ لگی ہوئی ہے۔ پھر یکے بعد دیگرے فرانس، جرمنی اور ناروے اور اب کناڈا کے اخبارات نے بھی اسے شائع کیا۔

اس قبیح حرکت پر توجہ دلانے اور مسلم ملت کی جانب سے احتجاجی مظاہروں کے بعد بجائے شرمندگی کا اظہار کرنے کے ان مغربی اخبارات میں سے بعض نے مسلمانوں کے جذبات سے کھلواڑ کرتے ہوئے نہ صرف ان کارٹونوں کو دوبارہ شائع کیا بلکہ آگے بڑھ کر پریس کی آزادی کے حوالے سے مزید بیہودگیاں کیں اور ان حکومتوں کی جانب سے اس قبیح حرکت پر رکاوٹ ڈالنے کے بجائے امریکہ کی

سرپرستی میں انھوں نے اسے حق بجانب ٹھہرانے کی کوشش کی۔

ہم تمام مسلمان اور تمام امن پسند شہری اللہ کے رسولوں بطور خاص سارے جہان کے لئے رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں اس طرح کے بیہودہ خیالات وحرکات کی مذمت کرتے ہیں۔ انبیاء نے دنیا کو سیدھا راستہ بتایا، ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھنے اور امن وسکون کے ساتھ زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھایا۔ بلاشبہ ان نبیوں کا دنیائے انسانیت پر بڑا احسان ہے۔

امریکہ کے آشیرواد اور مغربی حکومتوں کی پشت پناہی کے بل پر مغربی اخبارات کی حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخی دنیائے انسانیت کے لئے بہت بڑا چیلنج اور عالمی امن وسکون کو غارت کرنے کی ناپاک کوشش ہے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کے سلسلہ میں یہ مذموم حرکت اہل مغرب کی بوکھلاہٹ اور ہذیانی کیفیت کی علامت ہے۔

ہم تمام پیغمبروں کا احترام کرتے ہیں، انہیں انسانیت کا نجات دہندہ سمجھتے ہیں۔ ان مقدس ہستیوں کے سلسلے میں ہر نازیبا حرکت کی پرزور مذمت کرتے ہیں۔ ہم ساری دنیا کے انسانوں بالخصوص اہل مغرب سے اپیل کرتے ہیں کہ مذاہب اور مذہبی شخصیات سے نفرت کرنے کے بجائے ان کی تعلیمات کا مطالعہ کریں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں۔ ان کی لائی ہوئی تعلیمات سے فائدہ اٹھائیں اور دنیا وآخرت کی کامیابی کا راستہ پانے کی کوشش کریں۔

ہمارا ملک بنیادی طور پر مذہبی رجحان کا حامل ہے۔ ہم آپ کے توسط سے حکومت کی توجہ اہل مغرب کی اس قبیح حرکت کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں اور حکومت سے اپیل کرتے ہیں کہ مغربی پریس کی اس مذموم حرکت کی سخت الفاظ میں مذمت کرے۔ انہیں ان حرکات سے باز رکھنے کے لئے مؤثر اقدامات کرے۔ حکومتی سطح پر ایسے سفارتی اقدامات کئے جائیں جن سے اہل مغرب کو عوامی جذبات کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑیں۔

ہم امید کرتے ہیں کہ ہماری حکومت عوامی جذبات کی رعایت کرتے ہوئے موثر اقدامات کرے گی۔ وابستگان جامعۃ الفلاح، ساکنان بلریا گنج اور قرب وجوار کے باشندگان آج کے عظیم الشان جلسے کے ذریعہ اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں اور اس گھناؤنی حرکت کی پرزور مذمت کرتے

ہیں اور یہ بات واضح کردینا چاہتے ہیں کہ اہل ایمان ناموس رسالت کی حفاظت کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔

اساتذہ جامعہ اور علمی محاضرات:

شیخ الجامعہ کی ہدایت کے مطابق صدر شعبہ اعلیٰ جناب مولانا نعیم الدین صاحب اصلاحی نے ہر ماہ اساتذہ جامعہ کے مختلف علمی عناوین پر لیکچرس کا ایک خاکہ بنایا ہے۔ ماہ جنوری میں مولانا رحمت اللہ اثری صاحب فلاحی کا "منهج البحث العلمي" "تحقیق کا علمی انداز واسلوب پر ایک لیکچر ہوا تھا۔ اور ۲۰ فروری ۲۰۰۶ء کو جناب مولانا محمد طاہر مدنی صاحب کا "فقہاء کے اختلاف کے اسباب" پر محاضرہ ہوا۔ استاذ محترم نے فقہ اسلامی کی تعریف کرتے ہوئے اس کی اہم خصوصیات کا تذکرہ یوں فرمایا:

"فقہ اسلامی کی بنیاد وحی الٰہی پر ہے۔ یہ جملہ نظام ہائے حیات پر مشتمل ہے۔ اس کے اندر اخلاقی قدروں کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔ حرام اشیاء کی علت جسم وروح کو ضرر پہنچانے والی اشیاء سے بدن کو محفوظ کرنا ہی ہے، نیز فقہ اسلامی کے اندر زندگی اور سادگی ہے۔ یہ ہر زمانے کا ساتھ دینے کی اہلیت رکھتی ہے۔ اس کی غایت عملی دنیا وآخرت دونوں جگہ امن وسکون کی فراہمی ہے۔"

آپ نے فقہاء کے درمیان اختلاف کے اسباب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اہم اسباب درج ذیل ہیں:

[۱] نصوص کے بعض الفاظ کے عام یا مشترک ہونے کی بنا پر ان کی تعیین میں اختلاف، جیسے مطلقہ عورتوں کی مدت تین قرء بتائی گئی ہے اور قرء کے معنی حیض اور طہر دونوں آتے ہیں۔

[۲] حدیث کی تصحیح وتضعیف کے اسباب میں اختلاف اور حدیث کے قبولیت کے لئے متعین شرطوں میں اختلاف نیز بعض صحیح حدیثیں بعض علماء تک پہنچیں اور بعض کے پاس نہ پہنچیں اور انھوں نے قیاس سے کام لیا۔ اس کی بنا پر متعدد مسائل میں اختلاف ہوا ہے۔

[۳] بعض شرعی دلائل کی حجیت میں اختلاف (جیسے مصلحت مرسلہ، عرف، صحابی کا قول، سابقہ شریعتیں وغیرہ)۔

مثال کے طور پر قصاص کے باب میں قرآن نے توریت کے قانون کو یوں نقل کیا ہے:

"النفس بالنفس" لفظ "النفس" عام ہے۔ جس میں مسلم اور غیر مسلم سب کا قتل شامل ہے۔ اس کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے حنفیہ ذمی کے قاتل مسلم پر بھی وجوب قصاص کے قائل ہیں جبکہ بقیہ علماء اس کے قائل نہیں اور آیت کو سابق شریعت کا حکم مانتے ہیں۔

[۴] قواعد اور اصولوں میں اختلاف۔ مثال کے طور پر مفہوم مخالف حنفیہ کے نزدیک حجت نہیں جبکہ دیگر فقہاء اسے حجت مانتے ہیں۔ مشہور حدیث ہے "مفتاح الصلوة الطهور و تكبيرها التحريم" "نماز کی کنجی طہارت ہے اور اس کا آغاز تکبیر تحریمہ سے ہوگا۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہوگا کہ اللہ اکبر کے علاوہ کسی دوسرے لفظ سے اس کا آغاز صحیح نہیں ہوگا۔ امام ابوحنیفہ چونکہ مفہوم مخالف کو حجت نہیں مانتے اس لئے ان کے نزدیک کسی بھی ایسے لفظ سے تکبیر منعقد ہو جائے گی جس میں اللہ کی کبریائی پائی جاتی ہو جبکہ دیگر ائمہ کے نزدیک تکبیر کا انعقاد اللہ اکبر کے علاوہ کسی اور لفظ سے نہیں ہوسکتا۔

[۵] قیاس کی علتوں کی تعیین میں اختلاف۔

[۶] دلائل کے درمیان واقع تعارض کو دور کرنے اور تطبیق و ترجیح دینے کی صورتوں میں اختلاف۔

آخر میں مولانا نے فقہی تعصب کو بالائے طاق رکھ کر تقابلی فقہ کے مطالعہ پر زور دیا کہ اس کے بغیر مسلم سماج میں رواداری کا پیدا ہونا مشکل ہے۔

ڈاکٹر مقیم الدین صاحب کا خطاب عام:

۲۵/۲/۲۰۰۶ء کو مسلم یونیورسٹی کے شعبہ فلسفہ کے پروفیسر جناب ڈاکٹر مقیم الدین صاحب نے ابو اللیث ہال میں طلبہ و اساتذہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ دونوں قرآن پر عمل کے بغیر ترقی ممکن نہیں، ایک صحیفہ ہدایت دوسرا صحیفہ فطرت۔ بلکہ صحیفہ فطرت میں خدا کی پھیلی ہوئی نشانیوں کو ہم جتنا زیادہ پڑھنے والے ہوں گے اتنا ہی زیادہ قرآن کو سمجھیں گے۔

خطاب کے بعد اساتذہ کے ساتھ موصوف کی ایک نشست ہوئی۔ آپ نے اساتذہ کرام سے گفتگو کرتے ہوئے درج ذیل امور کی جانب توجہ دلائی۔

[۱] ہر آدمی کو اپنے کام اور میدان میں لیڈر رہنا چاہئے۔ مشہور حدیث ہے "ان اللہ یحب

اذا عمل احدكم عملاً ان يتقنه" (اللہ تعالی اس بات کو پسند کرتا ہے جب تم میں سے کوئی شخص کوئی کام کرے تو اسے انتہائی عمدگی کے ساتھ انجام دے۔)

[۲] نئی کتابوں پر تنقید و تبصرہ اور تجزیہ کی نشست منعقد ہونی چاہئے۔ ہر استاد اپنے مضمون سے متعلق کتاب کو پڑھے اور پھر نشست میں اس کا خلاصہ مع تجزیہ پیش کرے۔

[۳] فن تدریس میں مہارت کے حصول کے لئے ہر استاد سال میں کم از کم دو علمی مضمون لکھے۔

[۴] کمپیوٹر ٹکنالوجی کے ذریعہ اپنے دروس قرآن وحدیث کو عام کیجئے۔

آخر میں اپنے نصاب اور کتاب میں جدت و تبدیلی کرتے رہنے پر زور دیا کیونکہ اس عمل سے بچوں کے اندر تبدیلی قبول کرنے کی صلاحیت پروان چڑھے گی۔

محترم عرفان راؤ صاحب کا درس قرآن:

محترم عرفان راؤ صاحب نے ۲۳/۲/۲۰۰۶ء کو ابو اللیث ہال میں طلبہ و اساتذہ کے سامنے سورۃ العلق و سورۃ الاعلی کا درس دیا۔ آپ نے مضامین کے لحاظ سے سورۃ العلق کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا اور پھر ایک ایک آیت کی دلنشیں انداز میں تفسیر کی۔ آپ نے قرآن مجید کے اس اعجاز کی جانب توجہ دلائی کہ اس میں صرف ربط و نظم ہی نہیں، تسلسل بھی پایا جاتا ہے۔ ایک قاری جب اس کی تلاوت کرتا ہے تو ایک رکوع اور سورہ کے اختتام کے بعد بھی اس کے اندر آگے پڑھنے کی شدید رغبت موجود ہوتی ہے۔

اظہار تعزیت:

جامعہ میں یہ خبر بے حد رنج و غم کے ساتھ سنی گئی کہ جامعہ کے ایک مثالی فارغ اور اس کے ہونہار سپوت جناب مولانا قاری عرفان احمد شمسی صاحب کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم کے سوگ میں ابو اللیث ہال میں ایک تعزیتی نشست منعقد ہوئی جس میں جناب مولانا رحمت اللہ اثری صاحب اور جناب مولانا عمران احمد صاحب وغیرہ نے مرحوم کی وفات کو جامعۃ الفلاح اور انجمن کے لئے ایک عظیم سانحہ قرار دیا۔ فراغت کے بعد سے تادم وفات جامعہ سے آپ کا خصوصی تعلق باقی رہا۔ انجمن طلبہ قدیم کی تعمیر و ترقی میں آپ کا رول زبردست اہمیت کا حامل رہا ہے۔ آپ انجمن کی صدارت

تاحیات آپ ہی کے ذمہ رہی۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔

ویسے ہی یہ خبر بھی جملہ فلاحی برادران کے لئے باعث رنج وغم ہوگی کہ جناب مولانا کمال الدین صاحب فلاحی کے بڑے بھائی جناب حسام الدین صاحب ۲۱/۲/۲۰۰۶ء کو اچانک حرکت قلب بند ہو جانے کے سبب اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ابھی چند ہی روز پہلے فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد وطن آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی لغزشوں کو معاف فرمائے، انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔

روداد انجمن:

یہ اطلاع جملہ وابستگان جامعہ کے لئے بے حد پر مسرت ہوگی کہ بعض اسباب کی بنا پر انجمن طلبہ قدیم جو دو حصوں میں تقسیم ہوگئی تھی، اسکے اتحاد کے لئے مجلس شوریٰ جامعۃ الفلاح نے ایک کمیٹی بنائی تھی جس کی کوششوں سے الحمد للہ ۱۰/۱۱/۲۰۰۵ء کو انجمن طلبہ قدیم اور تنظیم طلبہ قدیم کے نمائندوں نے جملہ اختلافی امور کو سلجھاتے ہوئے ایک عبوری نام اور دستور پر اتفاق کرلیا۔ کسی بھی اتحاد کے لئے رائے کی قربانی دیئے بغیر اتفاق کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اس ضمن میں جو فیصلے ہوئے اور لائحہ عمل تشکیل پایا اس کی ایک ہلکی جھلک کنوینر مفاہمتی کمیٹی ابنائے قدیم جناب ریاض احمد خاں کے درج ذیل خط سے آپ کو ہو جائے گی۔ اگر کسی کے پاس رکنیت کا فارم اور ایڈہاک کمیٹی کی جانب سے منظور کردہ دستور نہ پہنچے تو وہ فی الفور معاون کنوینر جناب مولانا محمد عمران صاحب فلاحی اور جناب مولانا رحمت اللہ اثری صاحب سے رابطہ قائم کریں۔

بنام فارغین جامعۃ الفلاح، بلریاگنج اعظم گڑھ

عزیزان محترم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے آپ تمام بخیر وعافیت ہوں گے۔

ابنائے قدیم جامعۃ الفلاح، بلریاگنج اعظم گڑھ کی دونوں تنظیموں کے درمیان اتحاد قائم کرنے کے سلسلے میں اس سے پہلے ایک خط آپ کی خدمت میں روانہ کیا گیا تھا۔ اس خط میں آپ کو دستوری ترمیمات اور ابنائے قدیم کے نئے نظم کے سلسلے میں نام سے متعلق اپنی آراء روانہ کرنے کی گزارش کی گئی تھی۔

دونوں تنظیموں کے نمائندوں پر مشتمل ایڈہاک کمیٹی کا اجلاس مورخہ ۱۰/۱۱/دسمبر ۲۰۰۵ء کو جامعۃ الفلاح کی مجلس شوریٰ کی مقرر کردہ کمیٹی کے زیر نگرانی منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں کمیٹی کے ارکان ریاض احمد خان ممبئی (کنوینر) نصرت علی صاحب دہلی (ممبر) اور محمد اشفاق صاحب دہلی شریک رہے۔ ایڈہاک کمیٹی کے درج ذیل اراکین بھی شریک اجلاس تھے:

۱۔ مولانا رحمت اللہ اثری صاحب — ۲۔ مولانا ظہیر عالم فلاحی صاحب
۳۔ مولانا مقبول احمد فلاحی صاحب — ۴۔ مولانا مطیع اللہ فلاحی صاحب
۵۔ مولانا نسیم احمد غازی صاحب — ۶۔ مولانا ولی اللہ سعیدی صاحب
۷۔ مولانا ابوالکارم فلاحی صاحب — ۸۔ مولانا طارق فارقلیط صاحب
۹۔ مولانا جاوید اشرف صاحب — ۱۰۔ مولانا محمد عمران فلاحی صاحب

اس اجلاس میں یہ طے کیا گیا کہ "**اتحاد طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح**" کے نام سے انتخابی عمل کو مکمل کیا جائے۔ مستقل نام کے مسئلہ کو منتخب نمائندگان کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے۔ لہذا آپ سے گزارش ہے کہ ایڈہاک کمیٹی کی جانب سے مقرر انتخابی کمیٹی سے مکمل تعاون فرمائیں جس کے ارکان کے نام حسب ذیل ہیں:

۱۔ مولانا رحمت اللہ اثری صاحب — ۲۔ مولانا ظہیر عالم فلاحی صاحب
۳۔ مولانا محمد عمران فلاحی صاحب — ۴۔ مولانا مقبول احمد فلاحی صاحب
۵۔ مولانا ولی اللہ سعیدی صاحب — ۶۔ مولانا جاوید اشرف صاحب

اس اجلاس میں مولانا رحمت اللہ اثری صاحب فلاحی اور مولانا محمد عمران صاحب فلاحی کو معاون کنوینر مقرر کیا گیا ہے جو درخواست ممبر شپ کی منظوری اور اس پورے انتخابی عمل کو مکمل تک

پہنچا ئیں گے۔

پہلے مرحلے میں آپ کو رکنیت کا فارم اور ایڈہاک کمیٹی کی جانب سے منظور کردہ دستور بھیجا جا رہا ہے۔ یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ اس ایڈہاک کمیٹی کو دونوں تنظیموں کی شوریٰ نے اتحاد کے عمل کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی ذمہ داری تفویض کی ہے۔ پیش نظر یہ ہے کہ یہ تمام کام ۳۱ رمارچ ۲۰۰۶ء تک مکمل کر لیا جائے۔ دوسرے مرحلے میں دستور کے مطابق آپ کو مجلس نمائندگان کا انتخاب کرنا ہوگا جس کی تفصیلات یعنی ارکان نمائندگان کی تعداد اور علاقوں کا تعین وغیرہ انتخابی کمیٹی کرے گی۔ اس مرحلہ کو جون ۲۰۰۶ء کے اختتام تک مکمل ہونا ہے۔ امید ہے آپ سب ممبر سازی اور انتخابی عمل کی تکمیل میں سرعت کے ساتھ بھر پور حصہ لے کر اس پلیٹ فارم کے ذریعہ دین وملت اور جامعہ کی بیش از بیش خدمات انجام دیں گے۔

آپ اپنی رکنیت کی درخواستیں درج ذیل پتہ پر روانہ فرمائیں:

”اتحاد طلبہ قدیم، جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ (یوپی) ۲۷۶۱۲۱

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

نوٹ: آپ کے رابطہ میں جو فارغین احباب ہوں ان تک اگر فارم اور دستور نہ پہنچا ہو تو براہ کرم اس کی فوٹو کاپی ان کو فراہم کر دیں۔

ریاض احمد خان

کنوینر مفاہمتی کمیٹی ابنائے قدیم

(جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ)

☆☆☆☆☆